ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۲ فروری ۱۹۶۰ء

ہدیہ چار آنے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۵ | جمعۃ المبارک مورخہ ۱۴ر شعبان المعظم سنہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۲ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء | شمارہ ۵

شب برأت

یہ شعبان المعظم کا مہینہ ہے۔ روایات میں اس ماہ کی پندرھویں رات کی بڑی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ عام طور پر مسلمانوں میں یہ رات شب برأت کے نام سے مشہور ہے۔ برأت کے معنی ہیں (عذاب سے) نجات حاصل کرنا ہم اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس رات کو قیام کرو (یعنی نماز پڑھو) اور دن کو روزہ رکھو۔ کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی تجلی آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر ظاہر ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خبردار کوئی بخشش مانگنے والا ہے۔ کہ اسے بخش دوں۔ خبردار کوئی رزق لینے والا ہے کہ اسے رزق دوں۔ خبردار کوئی مصیبت زدہ ہے کہ اُسے چھڑا دوں۔ خبردار کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے۔ طلوع صبح صادق تک اللہ تعالیٰ یہی آواز دیتا رہتا ہے۔ (عن علیؓ)

۲۔ آپؐ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالےٰ شعبان کی پندرھویں رات کو طلوع فرماتا ہے۔ پس سوائے مشرک اور کینہ ور کے اپنی ساری مخلوقات کو بخشتا ہے۔ (عن ابی موسیٰ الاشعریؓ)

۳۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ پھر ناگہاں آپؐ بقیع (مدینہ منورہ کا قبرستان) میں پائے گئے۔ (یہ شعبان کی پندرھویں رات تھی)

۴۔ آپؐ نے فرمایا جو بچہ اس سال میں پیدا ہونا ہوتا ہے۔ وہ شعبان کی پندرھویں رات میں لکھا جاتا ہے۔ اور اس سال میں جو بنی آدم ہلاک ہونے والا ہے۔ اس کا نام لکھا جاتا ہے۔ اور اس رات میں ان کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات ان کے رزق نازل ہوتے ہیں۔ (عن عائشہؓ)

ان ارشادات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے شعبان کی پندرھویں رات کا پروگرام اور اس پر عمل کرنے کا نتیجہ بیان فرما دیا ہے ہمیں چاہیئے کہ اس پروگرام پر عمل کریں رات کو نماز پڑھیں اور قبرستان میں جا کر اپنے اعزہ و اقارب کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اس سے ہم اللہ تعالےٰ کی بخشش کے امیدوار ہو جائیں گے۔

ہمارا یہ ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ وہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ گویا شب برات کا یہ پروگرام آپؐ نے اللہ تعالےٰ سے لے کر ہمیں عنایت فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ ارحم الراحمین اور رسول اللہؐ رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ ان دونوں کا تجویز کردہ پروگرام بھی سراسر باعث رحمت ہوگا۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس پروگرام پر عمل کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو سنورنے کی کوشش کریں۔

اس کے مقابلہ میں مسلمان جو کچھ کرتے ہیں۔ وہ کوئی راز نہیں۔ دن کو حلوا پوری پکا کر برادری میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور رات کو آتشبازی چھوڑتے ہیں۔ یہ سب کچھ خلاف شریعت ہے۔ اس سے مسلمان اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی بھی مول لیتا ہے اور معاشی بدحالی کے اس زمانہ میں فضول خرچی کر کے اپنی دنیا بھی برباد کرتا ہے۔ رات کو نماز پڑھنا اور دن کو روزہ رکھنا تو بہت بڑی سعادت ہے۔ اس سعادت سے محروم رہ کر یہ خلافِ شریعت رسموں سے ہی بچ جائے تو یہی غنیمت ہے۔ ان سے ان کو بچانے کے دو ہی طریقے ہیں۔ ایک طریقہ ہے افہام و تفہیم کا اس طریقہ پر علمائے کرام اور دینی جرائد عمل کر رہے ہیں۔ دوسرا طریقہ ہے قانون کے ذریعہ ان رسموں کی روک تھام۔ یہ حکومت کا کام ہے۔ اب تک تو حکومت نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ خدا کرے کہ وہ آئندہ اس طرف متوجہ ہو کر کچھ کر سکے۔

مجلس ذِکر

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے علالت سے پہلے ۱۳ر دسمبر سنہ ۱۹۵۹ء کی مجلس ذکر میں تقریر فرمائی تھی جو ۸ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء کے شمارہ میں شائع کی گئی۔ اس کے بعد آپ کی طبیعت اتنی زیادہ خراب ہو گئی کہ ڈاکٹروں کے مشورہ سے چند روز کے لئے آپ کو ہسپتال میں داخل کرانا پڑا۔ ہسپتال سے گھر تشریف لانے کے بعد بھی آپ کچھ روز صاحب فراش رہے۔ اس عرصہ میں آپ کے بے شمار خدام اور ارادتمندوں نے آپ کی صحت کے لئے خلوص دل سے جو دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جلد ہی شرف قبولیت فرمایا۔ یہ ان دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ کہ تقریباً ایک ماہ کے بعد ہی اللہ تعالےٰ نے حضرت کو ۴ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء کی **مجلس ذکر** میں شرکت کی توفیق عطا فرمائی۔ اس مجلس میں آپ نے جو تقریر فرمائی۔ وہ اسی شمارہ میں ہدیہ قارئین کی جا رہی ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ رمضان المبارک سے قبل ہم مجلس ذکر کا عنوان دوبارہ پیش نہ کر سکیں گے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے رمضان المبارک کے قبل ہی ہم یہ عنوان دوبارہ پیش کر رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال رہا۔ تو ماہ فروری کے باقی دو شماروں اور ماہ مارچ کے پہلے شمارہ میں مجلس ذکر کا عنوان پیش ہوتا رہیگا رمضان المبارک میں یہ عنوان پیش نہ ہو سکے گا۔ اس کے بعد انشاء اللہ پھر باقاعدہ پیش ہوتا رہے گا۔

صدارتی بیلٹ

۱۴ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء کو جو صدارتی بیلٹ ہو رہا ہے۔ اس سے مراد پاکستان کی تمام

باقی صفحہ ۱۲ پر

خطبہ یوم الجمعہ مورخہ ۷ر شعبان ۱۳۷۹ھ مطابق ۵ر فروری ۱۹۶۰ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اَمَّا بعد

مسلمانوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازمی ہے

(وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ) سورۃ الحشر ع ۱ پ ۲۸

ترجمہ۔ اور جو کچھ تمہارے پاس رسول لے کر آئے۔ پس تم اس کو پکڑ لو۔ اور جس چیز سے تمہیں منع کرے۔ اس سے باز آجاؤ۔ اور ڈرو اللہ (تعالیٰ) سے۔ تحقیق اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

کے کچھ حالات بیان کئے جاتے ہیں تاکہ مسلمان ان سے عبرت حاصل کریں۔

حضورؐ کی صداقت وامانت

جب آپ پچیس سال کے ہوئے۔ تو حضرت خدیجہ بنت خویلد جوکہ قریش میں ایک مالدار عورت تھی اور تاجروں کو اکثر مضاربت پر اپنا مال دیتی رہا کرتی تھیں آپؐ کے صدق و امانت حسن و معاملہ و اخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال شام کی طرف لے جایئے۔ اور میرا غلام میسرہ آپ کے ساتھ جائیگا۔ آپ نے قبول فرما لیا۔ یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے اور کسی موقعہ پر آپؐ ایک درخت کے نیچے اُترے۔ وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا۔ اس راہب نے آپؐ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا یہ کون شخص ہیں۔ میسرہ نے کہا کہ قریش کے اہل حرم میں سے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کبھی کوئی نہیں اُترا۔ آپ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے۔ اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپؐ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ مکہ معظمہ پہنچے تو حضرت خدیجہؓ کو ان کا مال سپرد کیا تو دیکھا تو دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا۔ یہ تو آپ کے صدق کی بیّن دلیل تھی اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا قصہ بیان کردیا۔

ورقہ بن نوفل کی رائے

حضرت خدیجہؓ نے ورقہ بن نوفل سے جوکہ ان کے چچازاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے۔ ذکر کیا۔ ورقہ نے کہا کہ اے خدیجہؓ اگر یہ بات صحیح ہے تو محمدؐ اس امت کے نبی ہیں اور مجھ کو (کتب سماویہ) سے معلوم ہے کہ اس امت میں ایک نبی ہونے والا ہے۔ اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہؓ بڑی عاقلہ تھیں۔ یہ سب سن کر آپؐ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین اور خوش خو اور صادق القول ہونے کے سبب آپؐ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اپنے چچاؤں سے ذکر کیا اور ان کے اہتمام سے نکاح ہو گیا۔ اس راہب کا نام نسطورا تھا۔

آپؐ کا امین ہونا

آپ جب پینتیس سال کے ہوئے، قریش نے خانہ کعبہ کو از سرِ نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حجر اسود کے موقعہ پر تعمیر کی نوبت پہنچی۔ تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں۔ قریب تھا کہ ان میں "تلوار" چلے۔ آخر عقلمندوں نے یہ مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازہ سے جو سب سے پہلے آئے۔ اس کے فیصلہ پر عمل کیا جائے، سو سب سے اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمدؐ ہیں امین ہیں اور آپ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور آپؐ کی خدمت میں معاملہ پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ اور وہ لایا گیا۔ آپؐ نے حجر اسود اپنے ہاتھ مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلہ تھام لے اور خانہ کعبہ تک لاویں۔ جب وہاں تک پہنچا۔ آپنے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقعہ پر رکھ دیا۔ اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے۔ اُٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہوگیا۔ اور چونکہ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ سب آدمی اسکے موقع پر رکھنے کے لئے اپنا وکیل بنا دیں تو اس طرح میں بھی سب شریک ہو گئے۔ نزول وحی میں اور کفار کی مخالفت میں جب آپ چالیس برس کے ہوئے تو خلوت محبوب ہو گئی۔

آپ پر پہلی وحی کا آنا

آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں کئی کئی روز رہتے۔ اور نبوت سے چھ مہینے پہلے سے آپ سچے خواب دیکھنے لگے تھے کہ ایک مرتبہ اچانک ربیع الاوّل کی آٹھویں دوشنبہ کے دن جبرئیل علیہ السلام آئے اور سورہ اقراء کی شروع والی آیتیں آپ پر لائے۔ اور آپ مشرف بہ نبوّت ہوئے۔ اس کے ایک عرصہ بعد سورۃ مدثر کی آیتیں اوّل کی نازل ہوئیں۔ تو آپؐ نے حسب حکم فَاَنْذِرْ دعوت شروع کی۔ بس کفار نے عداوت اور ایذا شروع کر دی۔ لیکن ابوطالب آپؐ کی حمایت کرتے تھے ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابوطالب سے کہا کہ یا تو تم محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں نے حوالہ کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا۔ ابو طالب آپؐ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و بنی مطلب کے ایک گھاٹی میں واسطے محافظت کے جا رہے اور کفار نے آپؐ سے اور بنی ہاشم و بنی مطلب سے برادری قطع کر دی۔ اور سوداگروں کو منع کر دیا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بیچیں۔ اور ایک کاغذ قطع تعلق کے عہد کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ تین سال تک آپ بنی مطلب و بنی ہاشم اس گھاٹی میں نہایت تکلیف میں رہے۔ آخر کار آپ کو بوحی الٰہی اس بات کی اطلاع ہوئی کہ کیڑے نے اس عہد نامہ کا کاغذ بالکل کھا لیا ہے۔ بجز اللہ کے نام کے کہ اس میں کہیں کہیں تھا۔ ایک حرف نہیں چھوڑا۔ آپ نے یہ واقعہ ابوطالب سے بیان فرمایا۔ انہوں نے گھاٹی سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی اور

اس کاغذ کو دیکھو۔ اگر محمدؐ کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے اور اگر صحیح نکلے تو اتنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے خانہ کعبہ سے اتار کر اس کاغذ کو دیکھا۔ واقع میں کیڑا اس کاغذ کو سوائے اللہ کے نام کے کھا گیا تھا۔ تب قریش اس ظلم سے باز آئے۔ اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا۔ ابوطالب آپ کو اور بنی ہاشم و بنی مطلب کو لے کر گھاٹی سے نکل آئے اور آپ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول رہے اور یہ عہدنامہ سنہ۷ نبوت کو لٹکایا گیا تھا۔ اور کاتب کا ہاتھ خشک ہو گیا تھا۔ اور نبوت کے سال دہم میں گھاٹی سے باہر آئے۔ اور اسی سال حصار شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا تھا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہو گئی۔ بعد وفات خدیجہؓ کے آپؐ کے دو نکاح قرار پائے۔ ایک حضرت عائشہؓ کے ساتھ کہ اس وقت چھ سال کی تھیں اور دوسرا نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ سے کہ بیوہ تھیں کہ مکہ میں ہوا۔ حضرت عائشہؓ مدینہ منورہ میں آ کر جبکہ ۹ سال کی تھیں رخصتی ہوئی اور حضرت سودہؓ بنت زمعہ آپؐ کے ساتھ مدینہ منورہ میں آئیں۔

آپ کا طائف کی دعوت اسلام کے لئے جانا

آپ سال دہم طائف کی طرف تشریف لے گئے۔ تاکہ ابو طالب کی وفات کے بعد بنی ثقیف سے دعوت اسلام دے کر اگر وہ قبول کریں۔ تو ان سے مدد لیں۔ لیکن وہاں کے سرداروں نے اسلام قبول نہ کیا۔ بلکہ سفلے لوگوں کو بھڑکا کر آپ کو بہت تکلیف پہنچائی۔

خادموں سے آپؐ کا سلوک

عن انسؓ قال خدمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر سنین فما قال لی اف ولا لم صنعت ولا الا صنعت متفق علیہ۔ ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے۔ پس مجھے کبھی اتنے عرصہ میں آپ نے اُف بھی نہ کہا اور نہ کبھی کہا کہ تم نے کیوں کیا اور نہ کبھی کہا۔ آیا تو نے (ابھی تک) نہیں کیا۔

حاصل

یہ ہے کہ خدام سے ہمیشہ نرمی سے پیش آتے تھے۔

اجنبیوں سے نرمی کا برتاؤ کرتے تھے

عن انسؓ قال کنت امشی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ برد نجرانی غلیظ الحاشیۃ فادرکہ اعرابی فجبذہ بردائہ جبذۃ شدیدۃ ورجع نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نحر الاعرابی حتی نظرت الی صفحۃ عاتق رسول اللہ قد اثرت بہا حاشیۃ البرد من شدۃ جبذتہ ثم قال یا محمد مرلی من مال اللہ الذی عندک فالتفت الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ضحک ثم امرلہ بعطاء متفق علیہ۔ ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اور آپؐ پر چادر نجرانی تھی۔ موٹے کنارے والی۔ پس آپؐ کو ایک اعرابی نے کھینچا۔ ساتھ اس کی چادر کے سخت کھینچنا۔ اور گر پڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کے سینہ میں۔ یہاں تک دیکھا میں نے طرف کنارے کندھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحقیق اثر کیا تھا۔ اس میں چادر کے کنارے نے اس کے سخت کھینچنے کے سبب سے۔ پھر کہا (یعنے کھینچنے کے بعد) اے محمدؐ میرے لئے حکم کر اللہ کے مال میں سے جو تیرے پاس ہے (یعنی وہ مجھے بھی دیا جائے)۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر آپ ہنسے۔ پھر حکم واسطے اس کے دینے کا کیا۔

آپ سب سے زیادہ بہادر تھے

عن انسؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس واجود الناس واشجع الناس ولقد فزع اہل المدینۃ ذات لیلۃ فانطلق الناس قبل الصوت فاستقبلہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد سبق الناس الی الصوت وھو یقول لم تراعوا لم تراعوا وھو علی فرس لابی طلحۃ عری ما علیہ سرج وفی عنقہ سیف فقال لقد وجدتہ بحرا (متفق علیہ) ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے اچھے تھے (یعنی خلق میں) اور سب لوگوں سے سخی تھے اور سب لوگوں سے بہادر تھے اور البتہ تحقیق ایک مرتبہ مدینہ والے رات کے وقت پریشان ہوئے (یعنی یہ خیال کیا۔ کہ شاید کوئی غنیم حملہ کرنے کے لئے آ گیا ہے۔ اس لئے رات کے وقت مدینہ والوں نے ان کا شور سنا) پس لوگ اس آواز کی طرف گئے۔ پس سامنے سے ملے انہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم تحقیق لوگوں سے پہلے پہنچ گئے تھے طرف آواز کے۔ اور آپ کہہ رہے تھے نہ ڈرو نہ ڈرو۔ اور آپ ابی طلحہؓ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ اس پر زین بھی نہیں تھی۔ اور آپ کی گردن میں تلوار تھی۔ پس آپ نے فرمایا۔ میں نے اس گھوڑے کو دریا کی طرح تیز چلتا ہوا پایا۔

آپ سے جو چیز مانگی جائے (اگر ہوتی) تو کبھی انکار نہ فرماتے

عن جابرؓ قال ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا قط فقال لا (متفق علیہ) ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا نہ سوال کئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کا کبھی۔ پھر فرمایا ہو۔ نہ۔

زیادہ سے زیادہ چیز بھی آپؐ سے مانگی گئی اور آپؐ نے عطا فرمائی

عن انسؓ ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم غنما بین جبلین فاعطاہ ایاہ فاتی قومہ فقال ای قوم اسلموا فواللہ ان محمدا لیعطی عطاء ما یخاف الفقر (رواہ مسلم) ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ تحقیق ایک شخص نے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اتنی بکریوں کا جو دو پہاڑوں کے درمیان آئیں (یعنی اتنی زیادہ ہوں) پھر اس کو آپ نے اتنی ہی بکریاں دیں۔ پھر وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا۔ پھر کہا۔ اے میری قوم مسلمان ہو جاؤ۔ پس قسم ہے اللہ تعالےٰ کی۔ تحقیق محمدؐ اتنی عطا دیتا ہے جو تنگدستی کا خوف نہیں رہتا۔

(آپ کا ارشاد کہ مجھے بخیل نہیں پاؤگے اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل)

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهٗ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَتِ الْاَعْرَابُ يَسْئَلُوْنَهٗ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلَى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهٗ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ لَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمٌ لَقَسَمْتُهٗ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا جَبَانًا (رواہ البخاری) — ترجمہ۔ جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے جبکہ وہ واپس آ رہا تھا۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے حنین سے واپسی کے وقت پھر آپؐ کو جانگلیوں نے پکڑ لیا جو آپ سے سوال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو مجبور کیا [illegible] کیکر کے درخت کی طرف اس کیکر کے درخت سے آپؐ کی چادر اٹک گئی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ مجھے میری چادر دے دو۔ اگر میرے پاس ان کیکروں جتنے اونٹ ہوں۔ البتہ میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ پھر تم نہ پاتے مجھ کو بخیل اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔

آپ لوگوں کے لئے تکلیف اٹھا لیتے تھے

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِيْنَةِ بِاٰنِيَتِهِمْ فِيْهَا الْمَاءُ فَمَا يَاْتُوْنَهٗ بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ يَدَهٗ فِيْهَا فَرُبَّمَا جَاءُوْهُ بِالْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهٗ فِيْهَا (رواہ مسلم) ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ مدینہ (منورہ) کے خادم اپنے برتن لاتے تھے۔ جن میں پانی ہوتا تھا۔ پس کوئی برتن نہیں لاتے تھے۔ مگر آپ اس میں ہاتھ ڈبو دیتے تھے۔ پس بسا اوقات سردی کے وقت صبح کو برتن لاتے تھے۔ اس وقت بھی ہاتھ ڈبو دیتے تھے۔

آپ کسی کو بد دعا نہیں دیتے تھے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً (رواہ مسلم) ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا گیا یا رسول اللہ مشرکوں کے لئے بد دعا کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں۔ (بلکہ) مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

آپ ہاتھ سے گھر کا کام کاج بھی کرتے تھے

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ تَعْنِيْ خِدْمَةَ اَهْلِهٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ (رواہ البخاری) ترجمہ۔ اسودؓ سے روایت ہے۔ کہا میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اپنے گھر والوں کے کام کاج میں لگے رہتے تھے۔ یعنی گھر والوں کی خدمت میں (مصروف رہتے تھے)۔ پھر جب حاضر ہوتی تھی نماز نکلتے طرف نماز کے۔

آپ گناہ کے کام سے ہمیشہ بچتے تھے اور اپنی ذات کیلئے بدلہ نہیں لیتے تھے

عَنْ عَائِشَةَ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا (متفق علیہ) ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت کی گئی ہے۔ نہیں اختیار دیئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو کاموں میں کبھی بھی۔ مگر ان دونوں میں سے آسان کو لیا۔ جب تک وہ گناہ نہ ہوتا۔ پس اگر گناہ ہو تو ہوتے آپ سب سے دور۔ اس کام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی چیز میں اپنی ذات کے لئے بدلہ نہیں لیا۔ مگر یہ کہ اللہ کی حرمت توڑی جائے تو اس حرمت کے سبب سے بدلہ لیتے تھے۔

آپؐ فحش گو نہیں تھے اور نہ آپؐ بازاروں میں شور مچانیوالے تھے

عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّلَا سَخَّابًا فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَّعْفُوْ وَيَصْفَحُ (رواہ الترمذی)۔ ترجمہ عائشہؓ سے روایت ہے۔ آپؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو نہیں تھے اور نہ آپ بہ تکلف فحش کلام فرماتے تھے اور نہ آپ بازاروں میں شور مچاتے تھے اور برائی کے بدلہ میں برائی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ معاف کر دیتے تھے اور درگذر کر دیتے تھے۔

آپ بیمار پرسی کرتے تھے اور جنازہ کے ساتھ جاتے تھے اور غلاموں (آزاد شدہ) کی دعوت بھی قبول فرما لیتے تھے

عَنْ اَنَسٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ كَانَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَتْبَعُ الْجَنَازَةَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ لَقَدْ رَاَيْتُهٗ يَوْمَ خَيْبَرَ عَلٰى حِمَارٍ خِطَامُهٗ لِيْفٌ (رواہ ابن ماجۃ والبیہقی فی شعب الایمان)۔ ترجمہ۔ انس سے روایت ہے۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق روایت فرماتے تھے۔ تحقیق آپؐ بیمار پرسی فرماتے تھے اور جنازہ کے پیچھے بھی جاتے تھے اور غلام (آزاد شدہ) کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ اور گدھے پر بھی سوار ہو لیتے تھے۔ البتہ تحقیق میں نے آپؐ کو خیبر کے دن گدھے پر سوار دیکھا۔ جس کی لگام پوست خرما کی تھی۔

آپ اکثر خاموش رہتے تھے

عن جابر بن سمرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم طويل الصمت (رواه فی شرح السنة)۔ ترجمہ۔ جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے فرماتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت چپ رہنے والے تھے۔

آپؐ کی کلام بالکل واضح ہوتی تھی

عن جابرؓ قال كان فی كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم ترتيل او ترسيل (رواہ ابو داؤد) ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام میں وضاحت ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تبسم فرماتے تھے

عن عبد الله بن الحارث بن جزء قال ما رأيت احدا اكثر تبسما من رسول الله صلى الله عليه وسلم (رواہ الترمذی) ترجمہ۔ عبداللہ بن الحارث بن جزء نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میں نے تبسم کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بال بچوں پر بہت مہربانی فرماتے تھے

عن عمرو بن سعيد عن انس قال ما رأيت احدا كان ارحم بالعيال من رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ابراهيم ابنه مسترضعا فی عوالی المدينة فكان ينطلق ونحن معه فيدخل البيت وانه ليدخن وكان ظئره قينا فياخذه فيقبله ثم يرجع قال عمرو فلما توفی ابراهيم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ابراهيم ابنی وانه مات فی الثدی وان له لظئرين تكملان رضاعه فی الجنة (رواہ مسلم) ترجمہ۔ عمرو بن سعید سے روایت ہے اور وہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا میں نے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ رحم کرنے والا نہیں پایا۔ جو اپنے عیال پر رحم کرنے والا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم مدینہ (منورہ) کے عوالی میں دودھ پینے والا تھا۔ پھر آپ جاتے تھے اور ہم آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ پھر آپ اس گھر میں داخل ہوتے تھے اور اس گھر دھواں ہوتا تھا اور آپ کے صاحبزادہ کا ظئر یعنی جو عورت دودھ پلاتی تھی۔ اس کا خاوند لوہار تھا۔ پس آپ بیٹے کو اٹھاتے تھے اور اسے چومتے تھے۔ پھر گھر لوٹ آتے تھے۔ عمرو نے کہا۔ پھر جب ابراہیم وفات پا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق ابراہیم میرا بیٹا دودھ پینے کی حالت میں فوت ہو گیا ہے اور دودھ پلانے والی اس کو جنت میں دودھ پلاتی ہیں۔ جو اس کی رضاعت کو جنت میں پورا کریں گی۔

قرضخواہ کے ساتھ آپؐ نے سختی نہ کی آپ کی نرمی دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا

عن علیؓ ان يهوديا كان يقال له فلان حبر كان له على رسول الله صلى الله عليه وسلم دنانير فتقاضى النبی صلى الله عليه وسلم فقال له يا يهودی ما عندی ما اعطيك قال فانی لا افارقك يا محمد حتى تعطينی فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اجلس معك فجلس معه فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر والعصر والمغرب والعشاء الآخرة والغداة وكان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يتهددونه ويتوعدونه ففطن رسول الله صلى الله عليه وسلم ما الذی يصنعون به فقالوا يا رسول الله يهودی يحبسك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم منعنی ربی ان اظلم معاهدا وغيره فلما ترجل النهار قال اليهودی اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله وشطر مالی فی سبيل الله اما والله ما فعلت بك الذی فعلت بك الا لانظر الى نعتك فی التوراة محمد بن عبد الله مولده بمكة ومهاجره بطيبة وملكه بالشام ليس بفظ ولا غليظ ولا سخاب فی الاسواق ولا متزی بالفحش ولا قول الخنا اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله وهذا مالی فاحكم فيه بما اراك الله وكان اليهودی كثير المال (رواہ البیہقی فی دلائل النبوة) ترجمہ۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ تحقیق ایک یہودی تھا۔ جس کو عالم کہا جاتا تھا۔ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کچھ دینار تھے۔ پھر اس یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا کیا۔ پھر آپؐ نے اس سے فرمایا۔ اے یہودی نہیں ہے میرے پاس جو تمہیں دے دوں۔ اس یہودی نے کہا میں آپؐ سے جدا نہیں ہوں گا۔ اے محمدؐ۔ یہاں تک کہ تو مجھے میرا قرض دے پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تب تک میں بھی تیرے پاس ہی بیٹھا رہونگا۔ پس آپ اس کے پاس ہی رہے پھر پڑھی رسول اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور پچھلی عشاء کی نماز اور (دوسرے دن کی) صبح اور رسول اللہؐ کے صحابہؓ کرام اس یہودی کو ڈانٹتے تھے اور اس کو خوف دلاتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ پس انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہؐ ایک یہودی آپ کو بند کرکے بیٹھا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے میرے رب نے منع کیا ہے اس بات سے کہ میں معاہد پر ظلم کروں اور اس کے غیر پر۔ پھر جب اوپر آیا سورج یہودی نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ اور آدھا میرا مال اللہ کے راہ میں خیرات ہے۔ خبردار قسم ہے خدا کی نہیں کیا میں نے ساتھ تیرے۔ وہ جو کیا میں نے۔ مگر تاکہ دیکھوں جو صفت تیری توراۃ میں ہے۔ محمد بن عبداللہ اس کی پیدائش کی جگہ مکہ معظمہ ہے اور اس کی ہجرت کی جگہ طیبہ (جو مدینہ منورہ کا دوسرا نام ہے) اور ملک اس کا شام تک ہوگا۔ اور وہ تند خو نہیں ہوگا۔ اور نہ سخت طبع ہوگا۔ اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا ہوگا۔ اور نہ فحش گو ہوگا۔ اور نہ سخت مزاج ہوگا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ تحقیق تو اللہ کا رسول ہے اور یہ ہے میرا مال۔ پس تو حکم کر اس میں جو تمہیں اللہ سمجھائے۔ اور یہ یہودی بہت مالدار تھا۔

ہندوستان میں ہفت روزہ خدام الدین لاہور کا چندہ جمع کرانے کا پتہ
حضرت مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند (یوپی)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۶ شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۶۰ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اطمینان قلب فقط ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْد

عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (سورہ الرعد ع۴ پ۱۳) (ترجمہ۔ خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ لِکُلِّ شَیْءٍ صَقَالَۃٌ وَ صَقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ الحدیث (باب ذکر اللہ عز وجل والتقرب الیہ الفصل الثالث (رواہ البیہقی۔ فی الدعوات الکبیر (ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ فرمایا کرتے تھے۔ ہر چیز کے لئے ایک صیقل (صاف کرنے والی چیز) ہے۔ اور دلوں کا صیقل اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے) اللہ تعالےٰ کا ارشاد بھی ٹھیک اور اللہ کے رسولؐ کا فرمان بھی ٹھیک ہے۔

اطمینانِ قلب

دولت سے حاصل نہیں ہوتا۔ یورپ میں کروڑپتی خودکشی کر لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اطمینانِ قلب نصیب نہیں ہوتا۔ میں اپنے دونوں مربیوں کے لنگروں میں رہا ہوں دونوں حضرات کے ہاں یہی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ کھانے کو بھجوا دیا تو اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو کھلا دیا۔ ورنہ اندر بھی فاقہ اور باہر بھی فاقہ۔ کبھی ایک تربوز آ گیا۔ اس کے ٹکڑے کر کے اندر بھی ذرا ذرا تقسیم کر دیا اور باہر بھی۔ کبھی شہد کی بوتل آ گئی تو ہتھیلی پر سب کو تھوڑا تھوڑا دے دیا۔ کبھی ٹینڈے آ گئے تو پکا کر سب کو کھلا دیئے۔ دین پور شریف میں بھی یہی دیکھا اور امروٹ شریف میں بھی یہی دیکھا۔ اللہ والوں کو نہ اتار کی اور نہ چڑھاؤ کی فکر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دیا تو کھا لیا۔ ورنہ بھوکے رہ کر اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے رہے۔

دل کی اصلاح

ہو جائے تو یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ (ترجمہ۔ بیشک انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جائے تو سارا وجود درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا وجود خراب ہو جاتا ہے خبردار اور وہ دل ہے) دل کی اصلاح ہو جائے تو سارے وجود کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

دو چیزوں کی ضرورت

دل کی اصلاح کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ۱۔ کتاب وسنّت کا علم۔ یہ اصلاح قال ہے۔ ۲۔ اللہ والوں کی صحبت۔ صحبت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا الآیۃ (سورۃ الکہف ع۴ پ۱۵)۔ (ترجمہ۔ تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے) اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دے رہے ہیں کہ ان کی صحبت میں نشست برخاست رکھو۔ جن کو اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب محبوب اور مقصود ہو۔ ان کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے سے رنگ چڑھتا ہے۔ اس قسم کے اللہ والوں کے بال بچے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالےٰ کی یاد میں فرق نہیں پڑتا۔

انسان صحبت سے

بنتا ہے۔ معدودے چند کے سوا تمام صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آنے سے پہلے ۳۶۰ بتوں کے پجاری تھے ۳۶۱ واں خدا اللہ تعالےٰ تھا۔ رسولؐ اللہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ سناتے تھے تو وہ آپ سے لڑتے تھے۔ آپؐ قرآن مجید سناتے تھے تو وہ شور کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ (سورہ حٰم السجدہ ع۴۔ پ۲۴) ۔ (ترجمہ۔ اور کافروں نے کہا۔ کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں غل مچاؤ۔ تاکہ تم غالب ہو جاؤ) جب رسول اللہؐ کی صحبت میں آ گئے تو کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (ترجمہ۔ تم بہترین امت ہو۔ جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہو) اور رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ (ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہوا) کے تمغے اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائے۔ پھر ان کی یہ حالت تھی ؎

جو لنکا میں ڈیرا تو بربر میں گھر تھا

کابل میں بھی بعض صحابہ کرامؓ کی قبریں ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کابل دوبارہ فتح ہوا ہے

صحبت کے بغیر

اچھے اچھے تعلیم یافتہ میں ایمان نہیں ہے ؎

نہ صورت نہ سیرت نہ خال و نہ خط
بمحبوب نازش نہاوند غلط

ساری عمر انگریز کی تعلیم پائی انگریز کو کیا ضرورت تھی کہ وہ اللہ تعالےٰ کا نام سکھاتا اس نے تو نصاب تعلیم سے اللہ تعالےٰ کا نام حرف غلط کی طرح مٹا دیا تھا۔

دل کی اصلاح

اَللّٰہ ھُوْ کے ذکر کے بغیر نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں صحابہ کرامؓ کی اصلاح خود بخود ہو جاتی تھی۔ ان کو اَللّٰہ ھُوْ کا ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ غَنْمٍ وَ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ الحدیث (باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم - الفصل الثالث) (رواھما احمد والبیہقی فی شعب الایمان) (ترجمہ۔ عبدالرحمٰنؓ ابن غنم اور اسماءؓ بنت یزید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے نیک بندے وہ ہیں

کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالےٰ یاد آجائے) اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہیں۔ جن کی صحبت میں دل متوجہ الی اللہ ہوتا نظر آتا ہے۔ اس کو ۱۴ سو سال پیچھے لے جایئے۔ اور اندازہ کیجئے کہ وہاں کیا حالت ہوگی۔

اس کا ثبوت

ملاحظہ ہو۔ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاُسَيْدِيِّ قَالَ لَقِيَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ قُلْتُ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ۔ الفصل الثانی)۔ (رواہ مسلم)۔ (ترجمہ۔ حنظلہؓ بن الربیع الاسیدی سے روایت ہے۔ کہا۔ مجھے حضرت ابوبکرؓ ملے۔ پس آپ نے پوچھا حنظلہ تیرا کیا حال ہے۔ میں نے کہا۔ حنظلہ منافق ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ اللہ پاک ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہم رسول اللہؐ کے پاس ہوتے ہیں۔ آپ ہم سے دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو (ہم کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ) گویا ہم (دوزخ اور جنت کو) اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم آپؐ کے پاس سے چلے جاتے ہیں (تو) بیویوں۔ اولاد اور زمینوں اور باغوں کے جھگڑوں میں گھر جاتے ہیں تو (ان باتوں میں سے) بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ خدا کی قسم ہماری بھی یہی حالت ہے۔ پس میں اور حضرت ابوبکرؓ دونوں چلے یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ حنظلہ منافق ہو گیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! جب ہم آپؐ کے پاس ہوتے ہیں (اور) آپ ہم سے دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو (ہم کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ) گویا ہم (دوزخ اور جنت کو) اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم آپؐ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور بیویوں۔ اولاد اور زمینوں اور باغوں کے جھگڑوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ تو ہم (نصیحت کی) بہت سی باتوں کو بھول جاتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم ہمیشہ اس حال میں رہو۔ جس حال میں میرے پاس رہتے ہو اور (اللہ کے) ذکر میں لگے رہو۔ تو البتہ تم سے فرشتے مصافحہ کریں۔ تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں۔ لیکن اے حنظلہ یہ ایک ساعت ہے اور یہ ایک ساعت ہے۔ تین بار آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہؓ کی بات کی تصدیق فرمائی کہ صحبت میں حالت اور ہوتی ہے۔ باہر اور ہوتی ہے۔

ذکر کا فائدہ

میں کئی بار وہ حدیث عرض کر چکا ہوں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والوں کو اپنے پروں سے ڈھانک لیتے ہیں۔ وہ حدیث لمبی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ذکر کی مجلس میں سب شامل ہونے والوں کو بخش دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس خوشخبری کا مستحق بنائے آمین یا الہ العالمین

کئی صورتیں

ذکر کرنے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً قرآن مجید پڑھا جائے۔ حدیث پڑھی جائے۔ یا ذکر الٰہی کیا جائے۔ یہ سب ذکر کی صورتیں ہیں۔

دعا

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بکثرت اللہ ھُو کا ذکر کرنیکی توفیق عطا فرمائے اور اسکی برکت سے اطمینان قلب نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

اے مُسلمِ خوابیدہ

(جناب عمر الدین صاحب شاؔد لدھیانوی)

اے مسلمِ خوابیدہ اُٹھ حشر بپا کر دے
اب چاک بصد ہمت غفلت کی ردا کر دے

بھٹکے ہوئے انساں کو منزل پہ جو پہنچا دے
چھائی ہوئی ظلمت میں روشن وہ دیا کر دے

گھر بار یہ کیا شے ہے جاں تک بھی نچھاور کر
اللہ کے رستے میں ہر چیز فدا کر دے

اسلام کی محفل میں ابلیس کے شیدائی
حق یہ ہے کہ تو حق سے باطل کو جُدا کر دے

غلبہ ہے زمانے میں نفرت کا کدورت کا
اُلفت سے مروّت سے معمور فضا کر دے

گھیرے ہوئے عالم کو ہے جھوٹ کی تاریکی
خورشیدِ صداقت سے ہر سمت ضیا کر دے

عصیاں کی ہواؤں سے بے برگ و ثمر گلشن
گلزارِ خزاں دیدہ طاعت سے ہرا کر دے

ہو جائے عیاں تجھ پر سب سود و زیاں تیرا
تو دیدۂ دل مسلم اے کاش جو وا کر دے

پھر مانگ خدا سے تو وہ صولتِ فاروقی
اعدا کے عزائم کو سینوں میں فنا کر دے

اے شاؔد دعا کر تو ملّت کے جوانوں کو
انجامِ تغافل سے آگاہ خُدا کر دے

محترمہ رشیدہ بخاری منٹگمری 

اقبالؒ کا ایک شعر

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

سبحان اللہ کیا حقیقت نما شعر ہے۔ مذکورہ بالا شعر میں حکیم ملت نے قوم کیلئے عرفان و حکمت کے اسرار و رموز مہیا کیے ہیں۔ آپ قوم کو خواب خرگوش سے بیدار کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں "بلندیوں پر پرواز کرنے والے ریگزاروں اور کوہستانوں میں آزاد رہنے والے اے طائر تیری آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ نفس خودداری کو کھو بیٹھنا کسی حالت میں بھی تیری شان کے شایاں نہیں۔ کیونکہ خدا نے تجھے بلند پرواز کرنے کی قوت دی ہے۔ یہاں تک کہ تو گردوں میں پہنچ کر اسرارِ ثریا سے بھی آشنا ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں آبا و اجداد کی عزت و حرمت اور اپنی خودداری کو کچل کر زندگی بسر کرنا تجھے کسی طرح بھی زیبا نہیں۔ کیونکہ جن چیزوں سے زندگی کو بقا حاصل ہو سکتی ہے۔ جب وہی ذلت و پستی کی نذر ہو جائیں تو پھر زندگی زندگی نہیں۔ حقیقت میں موت ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہے۔

اے بنی نوع انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ دانا و بینا ہے۔ عقل و ادراک میں تو بے مثل ہے۔ تو نے دریاؤں سمندروں کو چیر کر ان میں کشتیاں اور سٹیمر گزار دیئے بے آب و گیاہ ریگستانوں کو نخلستانوں کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ دریاؤں کے رخ بدل دیئے۔ اجرام فلکی میں پہنچنے کی کوششیں کر رہا ہے۔ زمین سے معدنیات نکال کر بیشمار فوائد اخذ کئے ہیں۔

الغرض اے حضرت انسان تجھے ہر نشیب و فراز پر غالب آنے کی قوت عطا کی گئی ہے۔ مگر افسوس صد افسوس اتنی صفات کا حامل ہو کر بھی اگر تو ذلت و پستی کی زندگی بسر کرے تو تیرے لئے باعث عار ہے۔ کیونکہ غلامی دنیا کی سب سے بڑی لعنت ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

جہنم کے آزاد شعلوں کے بدلے
غلامی کی جنت کو قربان کر دو

مسلمانوں کے بہی خواہ ہمدرد علامہ اقبالؒ نے قوم کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُتار کر اُسے بتانے کی کوشش کی ہے کہ آج سے تقریباً تین سو برس پیشتر تمہارے آبا و اجداد شرقاً غرباً ہر ولایت پر مسلط تھے دنیا میں اسلام کا بول بالا تھا۔ تاریخ کے صفحات ان کی بے لوث زندگی کے شاہد ہیں۔ پس مسلمانوں کے سچے خادم نے سادہ لوح قوم کی زندگی کی بقا کے لئے حقیقی اسرار و نقاط کو ان پر عیاں کیا ہے۔ اب اگر نادان قوم دیدہ دانستہ رازِ حیات کو نظر انداز کر دے۔ تو یہ اسکی اپنی غلطی اور لاپرواہی ہو گی۔

قارون کا خزانہ

مال و اسباب کی کثرت اور زر و سیم کی فراوانی سے اکثر انسان کا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ حرص و طمع کا بھوت اس کے دماغ پر کچھ اس طرح تسلط جماتا ہے کہ اسے سوائے اپنی ذات کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ مال کی حفاظت کی فکر اور کمی کا خدشہ اپنے تمام خیرخواہوں اور نیک نیت دوستوں کو اسکی نظر میں مشکوک بنا دیتا ہے۔ غرض وہ یہ بھی فراموش کر دیتا ہے کہ اس دولت اور زندگی کا کوئی حقیقی مالک بھی ہے یا نہیں جس نے یہ چند روزہ زندگی اور اس کے گزارنے کے لئے یہ مال و اسباب مہیا کیا۔ انسان دنیا کی آسائش و زیبائش میں مبتلا ہو کر اپنا مقصد زندگی بھول جاتا ہے اور محض دولت ہی کو اپنا مقصد حیات بنا لیتا ہے۔ کتنے ہی ایسے انسان اس دنیا میں گزرے ہیں۔ کہ جنہوں نے اپنے کیے کا مزہ چکھا اور دوسروں کے لئے سامان عبرت بنے۔ انہیں میں ایک شخص دنیا کا عظیم دولتمند "قارون" نامی بھی گزرا ہے۔ "سورہ قصص" میں اللہ نے اس مغرور کا ذکر کیا ہے۔ تاکہ دنیا کے دولتمند خصوصاً اور غریب و مفلس عموماً عبرت حاصل کریں۔ قارون حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل میں سے تھا۔ اور نہایت دولتمند تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اسے اتنے خزانے عطا فرمائے تھے۔ کہ کئی آدمی اس کی کنجیاں بمشکل اٹھا سکتے تھے اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا کہ اترامت اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (ایک دوسری جگہ یوں ارشاد ہے۔ اے بنی نوع انسان زمین پر اتراتا ہوا نہ چلا کر۔ کیونکہ تو اپنی اکڑ سے نہ تو زمین کو شق کر سکتا ہے اور نہ تن کر چلنے سے" پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے)۔ الغرض اللہ والوں نے قارون سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے جو کچھ دیا ہے۔ اس سے آخرت کا ٹھکانا حاصل کر اور دنیا سے (آخرت کیلئے جو توشے جانیوالا ہے۔ اس میں سے) اپنا حصہ فراموش نہ کر اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ نیکی کی ہے تو بھی (اللہ کے بندوں کے ساتھ) نیکی کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (قارون نے) جواب دیا۔ یہ مال تو مجھ کو اپنی ذاتی قابلیت سے حاصل ہوا ہے (یہ دعوے کرتے وقت) کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ اُس سے پہلی اُمتوں میں سے ایسے بے شمار لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے۔ جو اس سے زیادہ زور رکھتے تھے۔ اور جو مال میں بھی اس سے زیادہ تھے۔ اور کیا وہ اس خیال میں تھا۔ کہ گنہگاروں سے ان کے گناہوں کی بابت باز پرس ہی نہ ہو گی۔ (ایک روز قارون) جاہ و حشم سے اپنی قوم کے سامنے نکلا تو جو لوگ حیات دنیا کے طالب تھے۔ کہنے لگے۔ کاش جو کچھ قارون کو ملا ہے۔ ہم کو بھی مل جائے۔ بے شک وہ بڑا صاحب نصیب ہے۔ لیکن جو حقیقت آشنا تھے۔ وہ کہنے لگے بدبختو دنیاوی دولت میں کیا رکھا ہے۔ ہاں جو کوئی ایمان لایا۔ نیک عمل کئے۔ اس کے لئے اللہ کا ثواب قارون کے خزانوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ لیکن یہ چیز صرف صابروں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ پھر اللہ نے قارون کو مع اس کے گھر کے (جس کے بے شمار خزانے تھے) زمین میں دھنسا دیا (اور اس نازک وقت میں) بجز اللہ کے (دنیا میں) اس کے لئے کوئی جماعت ایسی نہ تھی۔ جو اس کی مدد کر سکتی اور نہ وہ خود ہی (اس قابل تھا کہ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا۔ اس کا) بدلہ لے سکتا۔ چنانچہ

باقی صفحہ ۱۲ پر

از مولانا محمد یعقوب صاحب قاسمی

خطبہ جمعہ عربی میں اور اس کی حکمتیں

خطبہ اُردو زبان میں کیوں نہیں دیا جاتا؟

اس سوال پر حضرت شیخ الحدیث والاسلام حضرت مدنی قدس اللہ سرہٗ نے ۲۷ر ربیع الاوّل ۱۳۷۲ھ بروز سہ شنبہ دارالعلوم دیوبند میں حسب ذیل تقریر فرمائی:-

ارشاد ہوا

آج اسلام کو تیرہ سو برس سے زیادہ ہو گئے۔ خطبہ عربی زبان میں پڑھا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد قرون اولیٰ ہی میں اسلام ان ملکوں میں پہنچ گیا تھا جن کی زبان عربی نہیں تھی۔ مگر کیا کوئی ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے کہ خطبہ عربی کے سوا کسی اور زبان میں پڑھا گیا اسلام کو سنبھلنے اور سمجھانے کی آج زیادہ ضرورت ہے۔ جب پشتہا پشت سے اسلام چلا آتا ہے یا اس وقت زیادہ تھی جب کہ اسلام بالکل نیا تھا۔ فقہ، تفسیر یا تاریخ کی کسی تصریح سے ثابت کر دیجئے کہ اسلام جن ملکوں میں پہنچا وہاں خطبہ مقامی زبان میں پڑھا گیا

دوسری چیز

یہ کہ انگریز دوسرے ملک سے یہاں آیا۔ یہاں آکر کورٹ اور دفاتر کی زبان انگریزی رکھی وکلا انگریزی میں بحث کرتے ہیں۔ جو قوانین بنتے ہیں وہ انگریزی میں۔ حتیٰ کہ روز مرہ کے ریل کے قوانین اور ٹائم ٹیبل جو عوام کی ضرورت کی چیزیں ہیں وہ بھی انگریزی میں بنتی ہیں۔ آج عام ہندوستان کی زبان اُردو ہے۔ مگر ناگری زبان ایجاد کی جا رہی ہے۔ اسی طرح تار، ٹیلیفون انگریزی میں ہوتا ہے۔ آخر اس کی وجہ ہے یا نہیں؟

اسلام زبان عربی چلانا چاہتا ہے۔ تو کیا آپ کو اس کی خوشی نہیں کہ اسلام کی زبان جتنی چلے اتنا ہی اچھا ہے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ عربی الفاظ ہی کان میں نہ پڑیں۔ کچھ تو عربی کے الفاظ سُن لو صرف نماز میں قرأت اور خطبہ عربی زبان میں ہوتا ہے۔ اس کو بھی اٹھانا چاہتے ہو۔ جیسا کہ مصطفےٰ کمال نے کیا کہ اذان تک کے الفاظ کو عربی سے بدل کر غیر عربی میں کر دیا۔ تیرہ سو برس تک اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ آج اس کی ضرورت ہے۔ کہا جاتا ہے۔ خطبہ اُردو میں پڑھنے سے اس کا اثر لوگوں پر بجلی کی طرح ہوتا ہے۔ بھائیو! بجلی کی سی طاقت عمل کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔ تقاریر آج بے شمار ہوتی ہیں اخبارات میں نصیحتیں چھپتی ہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو کیا اس دس منٹ کے خطبہ سے ہوگا؟

تیسری چیز

ہر قوم اپنے مذہبی شعائر کے قیام اور یونیفارم کو قائم رکھنے کی کوشش کرتی ہے انگریز ٹھنڈے ملک کا رہنے والا ہے۔ جو وضع قطع اس ملک کے لحاظ سے اس نے اختیار کی تھی۔ اس کو ہندوستان جیسے گرم ملک میں آکر بھی نہیں چھوڑا۔ سکھ آج اپنے یونیفارم کو قائم رکھتا ہے۔ وہ جہاں بھی جاتا ہے پہچان لیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے جس قوم نے اپنے یونیفارم کو چھوڑ دیا اور اس کی پرواہ نہیں کی، وہ دنیا میں اپنی مستقل حیثیت زندہ نہیں رکھ سکتی۔ آج ہندو اپنی مردہ زبان سنسکرت کو زندہ کرنے کی کوشش کریں مگر مسلمان اپنی زندہ زبان سے اجتناب برتیں۔ ایک وہ تھے جو فلسطین، طرابلس، شام، سوڈان غرض جہاں پہنچے وہاں کی زبان عربی بنا دی اور آج ہم ہیں کہ رہی سہی بھی مٹانا چاہتے ہیں۔

چوتھی بات

اس میں شرعی اور دینی پہلو بھی ہے یعنی یہ کہ خطبہ قائم مقام دو رکعت کے ہے۔ اب اس سے اندازہ کیجئے کہ یہ غیر عربی میں کیسے ہو سکتا ہے۔ غور فرمایئے اگر ہندو ایک مردہ سنسکرت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں تو مسلمان ایک زندہ زبان کو کیوں باقی رکھنے کی کوشش نہ کریں۔

مسلمانوں کی سیاسی مشکلات کا حل

مسلمانوں کی بہت سی مشکلات کا حل نیز خود اسلام کی ترقی اور اس کے بہت سے فرائض اور واجبات کی ادائیگی، اجتماعی قوت اور صحت نظام پر موقوف ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو عموماً اور علماء اسلام کا خصوصاً اہم فریضہ ہے کہ وہ جاگیں اور تحفظ بقاء کی صورتیں عمل میں لائیں۔ اختلافات کو مٹائیں اور اجتماعی قوتوں کو بڑھا کر صحیح نظام پر گامزن رہیں۔ ورنہ عنداللہ اور عندالناس سخت مواخذہ اور گرفت کے مستحق ہونگے خود کو بھی برباد کریں گے اور قوم و ملت نیز دین و مذہب کی بربادی کا وبال بھی اپنے اوپر لیں گے

رفیقہ حیات کی بدخلقی کی شکایت

از مولانا عبدالسلام صاحب مقتدر

میں نے رفیقہ حیات کی بدخلقی کی شکایت کی اور دعا کی درخواست کی مسکرا کر فرمایا۔

یہ تو بہت عمدہ بات ہے۔ بہت سے اولیاء کرام رحمہم اللہ علیہم کو ایسی عورتیں دی گئیں اور ان کی سخت کلامی اور بدخلقی پر صبر کرنے سے ان کو بڑے بڑے مراتب سے نوازا گیا۔ اصلاح نفس کا یہ بہترین ذریعہ ہیں اور انشاء اللہ اس میں خیر و برکت ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا ۝ (اور گذران کرو ان کے ساتھ اچھی طرح پس اگر نہ بھاویں وہ تم کو تو شاید پسند نہ آوے تم کو ایک چیز اور اللہ نے رکھی ہو اس میں بہت خوبی۔

نکتہ سنجی اور ظرافت

باوجود زہد و اتقا اور وقار کے حضرت کے مزاج میں شوخی بھی بہت تھی۔

ایک بار آموں کی فصل میں میں نے حضرت کو لاہرپور تشریف لانے کی زحمت دی۔ لاہرپور قلمی آموں کے باغات کے لئے کافی شہرت رکھتا ہے۔ شیخ رمضان علی مرحوم نے یہاں کے باغات کی شدومد سے تعریف کی۔ اس پر حضرت نے مسکرا کر فرمایا۔ "تو یہ کہیے آپ لوگ سب باغی ہیں"۔

(احمد حسین۔ لاہرپوری)

باپ کے دوستوں سے سلوک

(جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کا دیو پلیٹ)

حضرت حسنؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ دو قدم اللہ کے ہاں بہت محبوب ہیں۔ ایک وہ قدم جو فرض نماز ادا کرنے کے لئے اٹھا ہو۔ دوسرا وہ قدم جو کسی محرم کی ملاقات کے لئے اٹھا ہو۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر دوام اور استقلال سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی نیکیاں ملتی ہیں۔ جیسے کہ اونچے اونچے پہاڑ اور ان کی وجہ سے رزق میں بھی وسعت ہوتی ہے۔ ایک تو صدقہ کی مداومت تھوڑا ہو یا زیادہ

دوسرے صلہ رحمی پر مداومت چاہے قلیل ہو یا کثیر۔

تیسرے اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

چوتھے ہمیشہ باوضو رہنا۔

پانچویں والدین کی فرمانبرداری پر مداومت کرنا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس عمل کا ثواب اور بدلہ سب سے جلدی ملتا ہے۔ وہ صلہ رحمی ہے۔ بعض آدمی گنہگار ہوتے ہیں لیکن صلہ رحمی کی وجہ سے ان کے مالوں میں بھی برکت ہوتی ہے۔ اور ان کی اولاد میں بھی۔

ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ طریقہ کے موافق کرنا اور معروف (بھلائی) کا اختیار کرنا والدین کے ساتھ احسان کرنا اور صلہ رحمی کی عادت ڈالنا آدمی کو بدبختی سے نیک بختی کی طرف پھیر دیتا ہے۔ عمر میں زیادتی کا سبب ہے۔ اور بُری موت سے حفاظت ہے۔

عمر میں اور رزق میں زیادتی جتنی کثرت سے روایات میں ذکر کی گئی ہے۔ اس کا نمونہ معلوم ہو گیا۔ اور یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن پر ہر شخص مرتا ہے۔ اور دنیا کی ساری کوششیں انہیں دو چیزوں کی خاطر ہیں۔ حضورؐ نے ان دونوں کے لئے بہت سہل تدبیر بتا دی کہ صلہ رحمی کیا کرے۔ دونوں تمنائیں حاصل ہوں گی۔ اگر حضورؐ کے ارشاد کے برحق ہونے پر یقین ہے۔ تو پھر عمر اور رزق کی زیادتی کے خواہشمندوں کو اس نسخہ پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنا چاہیئے۔ اور جو میسر ہو سب سے پہلے اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور اقربا پر خرچ کرنا چاہیئے۔ اس طرح سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر رزق میں زیادتی کے وعدے سے اس کا بدل بھی ملے گا۔ اور عمر میں اضافہ مفت میں ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کا اعلیٰ درجہ یہ ہے۔ کہ اس کے چلے جانے کے بعد اس کے ساتھ تعلقات رکھنے والوں کی ساتھ حسن سلوک کرے (مشکوٰۃ عن ابن عمرؓ)

چلے جانے سے مراد عارضی چلا جانا بھی ہو سکتا ہے۔ اور مستقل چلا جانا بھی یعنی مر جانا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اور یہ درجہ بڑھا ہوا اس لئے ہے۔ کہ زندگی میں تو اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک میں اپنے ذاتی اغراض کا شائبہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے ساتھ تعلق کی قوت اور اچھا سلوک ان اغراض کے پورا ہونے میں معین و مددگار ہو گا۔ جو والد سے وابستہ ہیں۔ لیکن باپ کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنا اپنے ذاتی اغراض سے بالاتر ہوتا ہے۔ اس میں باپ ہی کا احترام خالص رہ جاتا ہے۔

ایک حدیث میں حضرت ابن دینارؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمرؓ مکہ کے راستے میں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک بدو جاتا ہوا نظر پڑ گیا۔

حضرت ابن عمرؓ نے اس کو اپنی سواری دے دی اور اپنے سر مبارک سے عمامہ اتار کر اس کی نذر کر دیا۔ ابن دینارؒ نے عرض کیا۔ کہ حضرت یہ شخص تو اس سے کم درجہ احسان پر بھی بہت خوش ہو جاتا۔ (آپ نے عمامہ بھی دے دیا اور سواری بھی) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس کا باپ میرے باپ کے دوستوں میں تھا۔ اور میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ کہ بہترین صلہ آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں پر احسان کرنا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا تو حضرت ابن عمرؓ مجھ سے ملنے تشریف لائے۔ اور یہ فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے۔ میں کیوں آیا ہوں۔

میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اپنے باپ کے ساتھ اس کی قبر میں صلہ رحمی کرے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اور میرے باپ عمرؓ میں اور تمہارے والد میں دوستی تھی۔ اس لئے آیا ہوں کہ دوست کی اولاد بھی دوست ہی ہوتی ہے (ترغیب)

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ قبیلہ بنو سلمہ کے ایک صاحب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین کے انتقال کے بعد ان کیساتھ حسن سلوک کا کوئی درجہ باقی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں ہاں، ان کے لئے دعائیں کرنا ان کی مغفرت کی دعا مانگنا۔ ان کے وعدے کو جو کسی سے کر رکھا ہو پورا کرنا۔ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔

(مشکوٰۃ بروایۃ ابی داؤد)

ایک اور حدیث میں اس قصہ کے بعد ہے۔ اس شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسی بہترین اور بڑھیا بات ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ تو پھر اس پر عمل کرو۔

(ترغیب)

بقیہ صدارتی بیلٹ صفحہ ۲ سے آگے

مقامی کونسلوں کے منتخب ممبروں کی خفیہ رائے دہی سے جس کے ذریعہ ممبر یہ ظاہر کریں گے کہ آیا ان کو صدر پاکستان پر اعتماد ہے یا نہیں الیکشن کمیشن نے اس سلسلہ میں ممبروں کے لئے ایک پمفلٹ اردو اور بنگالی زبانوں میں شائع کیا ہے جس میں ان کو تصویروں کی مدد سے ووٹ دینے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

بقیہ قارون کا خزانہ صفحہ ۱ سے آگے

جو لوگ کل اس کے مرتبہ کی تمنا کر رہے تھے صبح (اٹھ کر) کہنے لگے۔ معاذ اللہ یہ تو اللہ ہی کی ذلت ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کو روزی چاہتا ہے فراخ اور تنگ کر دیتا ہے شکر ہے کہ اگر اللہ کا ہم پر کرم نہ ہوتا۔ تو ہمیں بھی قارون کی طرح زمین میں دھنسا دیتا۔ ارے غضب۔ کافروں کا کبھی بھلا نہیں ہوتا

یہ تھا حریص اور لالچی قارون کا حشر اللہ ہم کو فکر و فہم اور عقیدہ و ایمان کی کجی سے محفوظ رکھے

(عبدالرشید صاحب عباسی (واہ کینٹ)

از جناب محمد شفیع عمر بن عبداللہ صاحب



عزم الامور

قسط اوّل

وہ اہم امور جن کے حاصل کرنے کیلئے ایک مسلمان کو ہر ممکن سعی و کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ ہیں:۔

۱۔ اقامتِ صلوٰۃ

حضرت لقمان علیہ السلام نے جو نصائح اپنے عزیز فرزند کو فرمائیں۔ ان میں سے یہ بھی ہیں

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ط اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

(لقمٰن آیت ۱۷۔ ع ۲۔ پ ۲۱) ✦ ترجمہ (از حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ) بیٹا نماز پڑھا کر۔ اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر۔ اور برُے کاموں سے منع کیا کر۔ اور تجھ پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔

اس جگہ چار ہمت کے کاموں کا ذکر ہے

(۱) نماز کی پابندی۔

(۲) اچھے کاموں کی نصیحت کرنا۔

(۳) برُے کاموں سے منع کرنا۔

(۴) مصائب پر صبر کرنا۔

(۱) نماز

اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک نماز ہے۔ اللہ تعالےٰ کو سب سے پیارا عمل **نماز** کو وقت پر ادا کرنا ہے۔ جو **شخص** نماز پڑھتا ہے۔ وہ اپنے رب سے ہمکلام ہوتا ہے۔ نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔

حدیث ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا۔ آپؐ فرماتے تھے۔ بتاؤ اگر کسی کے دروازہ پر نہر ہو اور وہ روزانہ پانچ مرتبہ اس میں غسل کرے۔ تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل رہ سکتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کچھ میل نہیں رہ سکتا۔ آپؐ نے فرمایا بس یہی حالت پانچوں نمازوں کی ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہ مٹا دیتا ہے۔ (بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ)

مقررہ اوقات پر نماز کا ادا کرنا فرض ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ (النساء آیت ۱۰۳ ع ۱۵ پ ۵)

ترجمہ۔ بے شک نماز اپنے مقررہ دستور میں مسلمانوں پر فرض ہے

نماز با جماعت پڑھنے کا حکم ہے۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ (البقرہ آیت ۴۳ ع ۵۔ پ ۱)۔ ترجمہ۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

یعنی باجماعت نماز پڑھا کرو۔ پہلے کسی دین میں باجماعت نماز نہیں تھی۔ اور یہود کی نماز میں رکوع نہیں تھا۔ (حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ)

تارک جماعت کو ذیل کی حدیث سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

حدیث ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کی جائیں۔ پھر میں نماز کا حکم دوں اور نماز کی اذان دی جائے۔ پھر ایک امام مقرر کروں لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے۔ پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو جلا دوں (مشکوٰۃ)

با جماعت نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔

حدیث ۔ جماعت کی نماز ثواب میں تنہا نماز سے ستائیس درجے زیادہ ہوتی ہے۔

بے نماز کیلئے دوزخ کی وعید ہے۔ قیامت کے دن جب گنہگاروں سے سوال کیا جائیگا کہ تم کس وجہ سے دوزخ میں جا پڑے۔ تو پہلی وجہ جو وہ بتائیں گے۔

قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ (المدثر ع ۲۔ پ ۲۹۔ ترجمہ۔ وہ بولے ہم نہ تھے نماز پڑھتے

۲۔ امر بالمعروف

۳۔ نہی عن المنکر

خود نیک بننا۔ اپنوں اور غیروں میں نیکوکاری پھیلانا۔ خود برُے کاموں سے باز رہنا اور دوسرے انسانوں کو برُے کاموں سے باز رکھنا۔ یہ ڈیوٹی اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کے ذمے لگا دی ہے اور اسی میں ان کی کامیابی اور ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔

(۱) کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ط (آل عمران آیت ۱۱۰ ع ۱۲۔ پ ۴)۔ ترجمہ۔ تم سب امتوں میں سے بہتر ہو۔ جو لوگوں کیلئے بھیجی گئیں۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برُے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

(۲) وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران آیت ۱۰۴) ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برُے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

موضح القرآن میں ہے

معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں **فرض** ہے۔ کہ جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کا تقید رکھنے کو۔ تا خلاف دین کوئی نہ کرے۔ جو اس کام پر قائم ہوں۔ وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی پر تعرض نہ کرے۔ موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود۔ یہ راہ مسلمانی کی نہیں۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحؒ فرماتے ہیں۔

"منکر" (برُے کاموں) میں کفر، شرک، بدعات رسوم قبیحہ۔ فسق و فجور اور ہر قسم کی بداخلاقی اور نامعقول باتیں شامل ہیں۔ ان سے روکنا بھی کئی طرح ہوگا۔ کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے کبھی قلم سے کبھی تلوار سے۔ غرض ہر قسم کا جہاد اس میں داخل ہو گیا۔ یہ صفت جس قدر عموم و اہتمام سے امت محمدیہ میں پائی گئی۔ پہلی امتوں میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔

معروف کے لفظ میں تمام اچھی باتیں جو قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطابق ہوں آگئیں۔ یعنی شرع کے مطابق امور۔

مُنکر ۔ تمام ناجائز باتیں جو قرآن کریم اور حدیث شریف کے خلاف ہوں۔ آگئیں۔ یعنی خلاف شرع امور۔

حاصل کلام ان دو الفاظ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں سب باتیں آگئیں۔

حضرت ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ہر متنفس پر تبلیغ حق فرض ہے۔ تاہم ایک جماعت تو خاص اسی کام میں مشغول رہنی چاہیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تم میں سے جو کوئی کسی کی برائی دیکھے تو ہاتھ سے دفع کرے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو دل سے اسے برا جانے۔ یہ ضعیف ایمان ہے۔
مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم اچھائی کا حکم دو اور برائیوں کی مخالفت کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔ پھر گو تم دعائیں کرو۔ قبول نہ ہونگی۔

حدیث:۔ حضرت جریر بن عبداللہ رض کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس قوم میں کوئی ایسا شخص ہو جو گناہ کرتا ہو اور قوم اس کو گناہ سے روکنے۔ پر قدرت رکھتی ہو اور پھر اس کو نہ روکے تو خدا تعالیٰ موت سے پہلے اس کو عذاب میں گرفتار کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۴) مصائب پر صبر کرنا۔

"دنیا میں جو سختیاں پیش آئیں۔ جن کا پیش آنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اغلب ہے۔ ان کو تحمل اور اولوالعزمی سے برداشت کر۔ شدائد سے گھبرا کر ہمت ہار۔ دنیا حوصلہ مندوں کا کام نہیں۔
(حضرت مولانا عثمانی رح)

سچے لوگوں اور متقیوں کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ بھی ہے۔
وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط (البقرہ۔ آیت ۱۷۷ ع ۲۲)
ترجمہ۔ اور تنگدستی اور بیماری میں اور لڑائی میں صبر کرنے والے ہیں۔
حاصل کلام (۱) تنگدستی (۲) بیماری۔ اور (۳) جنگ تینوں باتیں طبیعت پر بڑی گراں گذرتی ہیں۔ مگر پرہیزگاروں کے قدم ان موقعوں پر نہیں ڈگمگاتے۔ ہر حال میں صبر و استقلال کو اپنا دستور العمل بناتے ہیں۔ اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ رکھتے ہیں اور ڈٹ کر احکام اللہ اور احکام الرسول کی اطاعت میں لگے رہتے ہیں۔ ان کا لائحہ عمل تو ان حالات میں یہ ہے۔
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ٥
(البقرہ آیت ۱۵۳ ع ۱۹)۔ ترجمہ:۔ اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

"یہاں سے اشارت ہے کہ جہاد میں محنت اٹھاؤ اور مضبوطی اختیار کرو (موضح القرآن)
صبر کا سبق ہمیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زندگی سے ملتا ہے۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرما دیا۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کریں۔ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہوں۔ قَالَ يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ٥ (الصّٰفّٰت آیت ۱۰۲)
ترجمہ۔ کہا اے ابا جو حکم آپ کو ہوا ہے۔ کر دیجئے۔ آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنیوالوں میں پائیں گے۔
ہمیں صبر کر کے اللہ سے اجر کے امیدوار بننا چاہیئے
وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (ھود آیت ۱۱۵)۔
ترجمہ۔ اور صبر کر بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔
مومن کی شان ذیل کی حدیث سے ظاہر ہے۔
حدیث۔ حضرت صہیب رض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مومن کی شان عجیب ہے۔ اس کے تمام کام نیکی ہیں۔ اور یہ شان صرف مومن کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر اس کو خوشی حاصل ہے (یعنی فراخی کشادگی اور خوشحالی) تو خدا کا شکر کرے۔ پس یہ شکر اس کے لئے نیکی ہے اور جب مصیبت پہنچے تو صبر کرے اور یہ صبر بھی اس کے لئے نیکی ہے۔
حضرت یعقوب علیہ السلام کی حالت پر غور فرمایئے۔ عزیز ترین لخت جگر حضرت یوسفؑ کے بارے میں بھائی یہ خبر لاتے ہیں کہ اسے بھیڑیا کھا گیا اور روتے ہوئے یہ خبر سناتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام فوراً صبر کا سہارا لیتے ہیں۔
فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ (یوسف آیت ۱۸)
ترجمہ۔ اب صبر ہی بہتر ہے۔
"بہر حال میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہوگا۔ نہ تم سے انتقام کی کوشش۔ صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں مدد فرمائے
(حضرت مولانا عثمانی رح)

مومن کا امتحان

لَتُبْلَوُنَّ فِىْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ٥ (آل
عمران آیت ۱۸۶۔ ع ۱۹ پ ۴۔ ترجمہ۔ البتہ تم اپنے مالوں اور جانوں میں آزمائے جاؤگے اور البتہ پہلی کتاب والوں اور مشرکوں سے تم بہت بدگوئی سنوگے۔ اور اگر تم نے صبر کیا اور پرہیزگاری کی تو یہ ہمت کے کام ہیں
حاصل یہ نکلا کہ مومنوں کی آزمائش (۱) مالی (۲) جانی اور (۳) اہل کتاب اور مشرکوں سے دلخراش باتیں سننے میں ہوگی۔ اس امتحان میں کامیابی کے لئے لائحہ عمل یہ ہے۔
(۱) تقویٰ اور پرہیزگاری
(۲) صبر
مال سے بعض بندوں کو بڑی محبت ہے۔
وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا (المعارج آیت ۲۱)
اور جب اسے مال ملتا ہے تو بڑا بخیل ہے۔
اسی مال کی بدولت دنیا کی چہل پہل اور رونق ہے
اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ٥ (الکھف آیت ۴۶۔ ع ۶۔ پ ۱۵) ترجمہ۔ مال اور اولاد تو یہ دنیا کی زندگی کی رونق ہیں اور تیرے رب کے ہاں باقی رہنے والی نیکیاں ثواب اور آخرت کی امید کے لحاظ سے بہتر ہیں۔
مگر یہ مال اور اولاد صرف دنیاوی زندگی کا سامان ہے۔ ان سے جو آخرت کا سرمایہ فراہم کرے۔ وہی کام آنے والی چیز ہے۔
حضرت شاہ صاحب رح فرماتے ہیں "رہنے والی نیکیاں یہ کہ علم سیکھا جاوے جو جاری رہے۔ یا نیک رسم چلائے۔ یا مسجد۔ کنواں سرائے۔ باغ کھیت وقف کر جائے۔ یا اولاد کو تربیت کر کر صالح چھوڑ جائے۔"
قارون کو اللہ تعالیٰ نے بہت مال و دولت سے نوازا تھا۔ اسے ہدایت کی گئی کہ اس دولت سے آخرت کا توشہ بھی کمالے۔
"اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے۔ اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔ بیشک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (القصص آیت ۷۷)
مگر قارون نے اس نصیحت پر کان نہ دھرا اور اپنے دھن دولت سمیت برباد ہو گیا۔
ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بار بار فرمایا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرو۔
وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ٥ (البقرہ آیت ۴۳)
ترجمہ۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

زکوٰۃ فرض ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کتنے ہیں جو مال کے بارے میں اس امتحان میں پورے اُترتے ہیں؟

مال میں ہر قسم کے ناجائز تصرف سے روکا گیا ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ آیت ۱۸۸ - ع ۲۴) ترجمہ۔ اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔

مال بے جا اُڑانے سے روکا گیا ہے۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۲۶، ۲۷ ع ۳ پ ۱۵) ترجمہ۔ اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو حق دے دو۔ اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک بے جا خرچ کرنیوالے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرگزار ہے

ہر غیر شرعی خرچ بے جا خرچ ہے۔ حضرت ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔ تبذیر (بیجا خرچ) غیر حق میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں اپنا کل مال بھی اگر اللہ کے راستے میں دے دے۔ تو یہ تبذیر و اسراف نہیں غیر حق میں تھوڑا سا بھی مبذر ہے۔

بندے کو چاہیئے کہ کوشش کرے۔ تاکہ مالی آزمائش میں کامیاب ہو جائے۔

اہل کتاب اور مشرکوں کی ایذا رسانی کے بارے میں ابن کثیر میں ہے بدر سے پہلے مدینہ میں تمہیں اہل کتاب اور مشرکوں سے ایذا دینے والی باتیں سننی پڑینگی ۔ ..... حضرت اسامہ بن زید رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحابؓ مشرکین اور اہل کتاب سے بہت درگذر فرمایا کرتے تھے۔ اور خدا کے اس فرمان پر عامل تھے۔ یہانتک کہ جہاد کی آئتیں اُتریں۔

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو (۱) صبر اور (۲) تقوا سے اختیار کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے اور یہ بڑی ہمت کا کام ہے

ہمّت ہو اگر ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
(اقبال ۷۶)

باقی دارد



از جناب الحاج عبدالرحمن صاحب لدھیانوی شیخوپورہ

چہل مسائل زکوٰۃ مرتبہ مولانا کریم بخش صاحب ایم اے مرحوم

فرضیّت زکوٰۃ از روئے قرآن

(۱) فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۝ پ ۱۰ ع ۷ ترجمہ۔ پس اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

معلوم ہوا کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دیتا ہو۔ وہ اسلام کی امان میں نہیں ہے۔

(۲) فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۝ پ ۱۰ ع ۸۔ ترجمہ۔ سو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہو جائینگے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے۔ وہ دینی بھائی نہیں ہیں

(۳) سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ پ ۴ ع ۹۔ ترجمہ (عنقریب ان بخیلوں کو قیامت کے دن (جس چیز کے ساتھ انہوں نے بخل کیا ہے) اس کا طوق (سانپ کی صورت میں) پہنایا جائے گا۔

(۴) وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝ پ ۱۰ ع ۱۱۔ ترجمہ۔ اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔ جو اس روز واقع ہو گی۔ کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں کروٹوں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا۔ (اور کہا جائے گا) یہ وہ ہے۔ جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر رکھا تھا۔ سو اب اپنے جمع کرنیکا مزہ چکھو

(۵) وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ (البقرہ پ ۱ ع ۵) ترجمہ۔ اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ۔ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

(۱) زکوٰۃ کی فرضیت قرآن شریف۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اجماع امت سے ثابت ہے۔ اس کا اعتقاداً و قولاً منکر کافر و خارج از اسلام ہے اور باوجود اقرار کرنیکے اس کا عملاً تارک فاسق ہے۔ جسکی گواہی شرعاً کسی معاملہ میں ہرگز معتبر نہیں ہے۔ اور ایسے آدمی سے شرعاً جنگ بھی ہو سکتی ہے اور حاکم شرعی اُسے قید بھی کر سکتا ہے یا کوئی اور تعزیر دے سکتا ہے۔

شرائط وجوب زکوٰۃ

جس مسلمان کے پاس حاجات ضروریہ سے زائد مال ہو۔ جس کی مقدار نقدی اور زیور کی صورت میں یہ ہے کہ چاندی کا روپیہ یا زیور بوزن دوسو درم قریباً ۵۲ تولے انگریزی اور سونا ۲۰ مثقال یعنی قریب ۷ تولے ہو تو اس کو ایک سال گزرنے کے بعد اس کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ مستحقین کو دینا پڑے گا۔ اس مقدار مال کو نصاب کہتے ہیں۔

نوٹ۔ سوداگری کے مال پر بھی سالانہ زکوٰۃ ہے جبکہ وہ اس قدر ہو جس قدر کہ چاندی کا نصاب جو اوپر بیان ہوا اور سوداگری کے مال سے وہ مال مراد ہے جو سوداگری کی نیت سے خریدا ہو۔ اگر ویسے کوئی اپنی چیز بیچ ڈالے تو وہ سوداگری کے مال میں شمار نہ ہوگی۔

(۳) جانوروں پر بھی سال گذر نیکے بعد زکوٰۃ ہے۔ بشرطیکہ بھیڑ بکری چالیس کے برابر ہو جائیں۔ اور گائے بھینس تیس کی تعداد تک پہنچ جائیں اور اونٹ پانچ تک۔ بھیڑ بکری کی صورت میں چالیس سے ۱۲۰ تک کے لئے ایک بھیڑ بکری۔ گائے بھینس کی صورت میں تیس سے انتالیس تک کے لئے ایک گائے یا بھینس کا بچہ بعمر ایک سال اور اونٹنیوں کی صورت میں ۵ سے ۲۵ تک کے لئے ایک بھیڑ بکری۔ یا ان تینوں صورتوں میں ان جانوروں کی قیمت دینی پڑے گی (باقی تفصیل کی ضرورت ہو تو کسی دیندار عالم سے دریافت کر لو۔)

نوٹ۔ بعض زمیندار جانوروں کی زکوٰۃ ہرگز نہیں نکالتے۔ یہ حرام ہے۔

(۴) نابالغ کی ملک میں چاہے جس قدر

مال آ جائے۔ مگر نہ اس پر اور نہ اُس کے ولی پر زکواۃ فرض ہے۔ پس اگر کسی کی نابالغ لڑکی کا سینکڑوں روپے کا زیور بھی ہو تو اس پر زکواۃ نہیں آئے گی۔ اسی طرح یتیم پر بھی جبکہ وہ صاحب مال ہو۔ زکواۃ فرض نہیں

(۵) جو روپیہ اپنی اصلی ضرورتوں کے لئے رکھا ہو۔ اس پر زکواۃ فرض نہیں بشرطیکہ وہ ضرورت اسی سال درپیش ہو اور اگر وہ بالفعل نہ ہو اور آئندہ سال پیش آنے والی ہو۔ تو پھر فرض ہے۔ مثلاً کسی شخص نے پانچ سو روپیہ شادی یا تعمیر مکان کے لئے رکھا ہو۔ تو اگر سال ختم ہونے سے پہلے شادی یا تعمیر کا کام ہوا۔ تو زکواۃ واجب نہ ہوگی۔

(۶) جب سال کا اختتام ہو جائے۔ تو فی الفور زکواۃ ادا کی جائے۔ تاخیر سے گناہ ہوگا۔ جس کا علاج توبہ و استغفار ہے۔ اگر کئی سالوں کی زکواۃ ابھی تک واجب ہے تو یکمشت یا اقساط کے ساتھ ادا کرے۔ غرضیکہ عمر بھر میں یہ قرضہ ضرور اتارا جائے۔

(۷) زکواۃ کا کوئی مہینہ مقرر نہیں۔ جیسے کہ اکثر لوگ رجب کو زکواۃ کا مہینہ سمجھتے ہیں بعض رمضان شریف کو۔ بلکہ جس ماہ میں اس مال پر ایک سال گزر جائے تو اس وقت زکواۃ واجب ہو جائیگی۔ ہاں اگر درازیٔ عرصہ کی وجہ سے یہ یاد نہیں رہا کہ وہ مال جسکی وجہ سے صاحب نصاب بنا تھا۔ کب آیا تھا تاکہ اس تاریخ سے سال کا شمار کرے تو کوئی خاص مہینہ مثلاً رجب یا رمضان مقرر کر سکتا ہے اور ویسے بھی حساب کی آسانی کی خاطر یا کسی ماہ کے متبرک ہونے کے خیال سے کسی ماہ کو مقرر کرے تو ہرج نہیں۔

نوٹ۔ سال سے مراد شرعی ہے نہ کہ انگریزی یا ہنود کے مہینوں کا سال

(۸) سال کے اثناء میں اگر کچھ مال کم ہو جائے جس سے نصاب مکمل ہو سکے پھر سال کے آخیر میں کچھ اور مال آگیا تب بھی زکواۃ واجب ہے۔ ہاں اگر اثنائے سال میں بالکل ہی مال نہ رہے۔ تب پچھلے عرصہ کا اعتبار نہ ہوگا۔ اور زکواۃ ساقط ہو جائے گی۔ پھر جب مال بقدر نصاب آئے گا۔ تو اس وقت سے سال کا اعتبار ہوگا۔

(۹) سال کے اثناء میں مختلف اوقات میں مال آتا گیا۔ اور بڑھتا گیا۔ تب ہر ایک رقم کا علیحدہ حساب نہیں لگانا پڑے گا۔ بلکہ تمام رقم کی زکواۃ پہلی رقم کے سال کے پورا ہونے کے بعد ادا کی جائے گی۔ الغرض اخیر میں تمام رقم کا مجموعہ دیکھ کر۔ اسکی زکواۃ دینا ہوگی۔ اسی طرح ہر چیز کا نفع جو سال کے اندر حاصل ہو۔ زکواۃ کے لئے سال کے بعد اسکی اصل کے ساتھ ملا یا جائے گا۔

(۱۰) اگر کوئی قرضدار ہے تو دیکھنا چاہیئے مثلاً اگر قرضہ نکال کر مقدار نصاب کے برابر یا زاید روپیہ باقی بچتا ہے تو اسکی زکواۃ دینی پڑے گی۔ ورنہ نہیں۔ لیکن اگر کسی کو اس نصاب کے برابر یا زائد قرضہ دیا ہے۔ خواہ زمین رہن کے لئے بھی ہو۔ تب اس روپے کی ہر سال ضرور زکواۃ دینا ہوگی۔ افسوس اکثر لوگ ایسے روپے کی زکواۃ نہیں نکالتے۔ ہاں جس قرضے کی وصولی کی بالکل امید نہ ہو تو اس پر زکواۃ واجب نہیں۔ مگر جب اتفاق سے وصولی ہو گئی تو زکواۃ دینی پڑے گی۔ عورت کا حق مہر جب تک وصول نہ ہوگا۔ تب تک اس کی زکواۃ واجب نہیں۔

(۱۱) سونے چاندی کے زیور۔ برتن۔ انگوٹھی۔ سچا گوٹہ۔ ٹھپہ ہر ایک چیز پر جبکہ وہ نصاب سے کم نہ ہوں۔ زکواۃ واجب ہے۔ زیور چاہے استعمال میں آئے یا نہ آئے۔

(۱۲) سونے چاندی کے سوا جتنی اور چیزیں ہیں۔ لوہا۔ تانبا۔ گھر کا تمام اسباب۔ پہننے کے کپڑے۔ مکانات خواہ کرایہ پر چلائے جائیں سینکڑوں روپیوں کے جواہرات۔ موتی مشک و عنبر دینی و دنیوی کتابیں وغیرہ ان پر زکواۃ نہیں ہے۔ جبتک کہ انکی سوداگری نہ کی جائے

(۱۳) سونے چاندی کے زیورات میں سنار کی بنوائی کی لاگت شمار نہ ہوگی۔ نیز کلیہ یہ ہے کہ جب فقط سونا ہو تو اس وقت کا اعتبار ہوگا۔ نہ کہ قیمت کا۔ مثلاً اگر کسی کے پاس صرف تیس روپے ہوں اور چاندی کا نرخ دو تولہ فی روپیہ ہو تو اس خیال سے کہ تیس روپے کی ساٹھ تولے چاندی ملتی ہے۔ ان پر زکواۃ نہیں آئے گی۔ کیونکہ روپیہ تو خود چاندی کا ہے

(۱۴) لیکن جب کچھ سونا اور کچھ چاندی ہو اور ہر ایک کی پوری مقدار نصاب نہیں تو اگر دونوں کی قیمت ملا کر ۵۲ تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو بھی زکواۃ واجب ہوگی۔

(۱۵) اگر سونے یا چاندی میں کچھ میل ہو تو غلبہ کا اعتبار ہوگا۔ یعنی اگر کھوٹا پن نصف سے کم ہے تو وہ چیز کھری شمار ہوگی۔ ورنہ کھوٹی۔

(۱۶) زکواۃ واجب ہونیکے بعد اگر سارا مال چوری وغیرہ کے ذریعہ سے ہلاک ہو جائے تو زکواۃ معاف ہو جائیگی۔ ایسا ہی اگر سال پورا ہونے کے بعد اگر کسی نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا۔ تب بھی اس حصہ کی زکواۃ معاف ہو گئی۔ البتہ اگر کسی طرح اپنے اختیار سے اپنا مال ہلاک کر ڈالا۔ تو زکواۃ معاف نہیں ہوگی۔ مثلاً قصداً جانوروں کو پانی نہیں پلایا اور وہ مر گئے یا روپے لے کر غصہ کی حالت میں انہیں کوئیں میں گرا دیا۔

(۱۷) کسی کے پاس اسی تولے چاندی ہونے کی وجہ سے جو دو تولے زکواۃ آئی اور بازار میں دو تولے فی روپیہ چاندی ملے تو اب وہ زکواۃ میں ایک روپیہ نہیں دے سکتا (کیونکہ ایک روپے کا وزن دو تولے نہیں ہوتا) ہاں اگر وہ دو تولے چاندی (خواہ دو روپے بھی ہوں جبکہ ایک روپیہ ایک تولہ کے برابر ہو) یا ایک روپیہ کا سونا خرید کرکے یا ایک روپیہ کے پیسے یا کپڑا وغیرہ کوئی اور چیز دے تو زکواۃ ادا ہو جائے گی

(۱۸) چند رشتہ دار مال و اسباب میں شریک ہیں۔ اگر ہر ایک کا حصہ علیحدہ کرنے کے بعد نصاب پورا ہو جائے۔ تب اس مشترکہ مال پر زکواۃ فرض ہوگی۔ ورنہ نہیں

(۱۹) اگر کوئی شخص حلال مال کے ساتھ حرام مال بھی رکھتا ہو تو سب کی زکواۃ اس کو دینا ہوگی (گو اس حرام کھانے کا گناہ اس کے ذمہ رہے گا۔)

(۲۰) یہ غلط مسئلہ ہے کہ کسی مولوی یا عالم کے پاس اگر سینکڑوں روپے کی چاندی کا سونا ہو تو اس پر بدیں وجہ زکواۃ معاف ہے کہ اس کا مال طالب علموں اور دیگر لوگوں کیلئے وقف ہے۔ عالم اور جاہل اسمیں سب برابر ہیں

(۲۱) اگر کوئی شخص زکواۃ کے ساقط کرنے کی نیت سے یہ حیلہ کرے کہ زکواۃ کا سال جب ختم ہونے کے قریب آئے تو وہ مال کسی کو ہبہ کر دے اور پھر واپس لے لے (جیسے کہ بعض جاہل ملاؤں کے متعلق سنا گیا ہے) تو یہ فعل مکروہ تحریمی ہوگا۔ کیونکہ اس سے فقراء کا حق باطل کرنا اور زکواۃ کے دروازے کو بند کرنا ہے۔

(نوٹ) بعض لوگ زکواۃ سے بچنے کیلئے اپنے روپوں سے زمین خرید لیتے ہیں۔ یہ نیت بھی بہت خراب ہے۔

شرائط صحت زکواۃ

(۲۲) زکواۃ دیتے وقت زکواۃ کی نیت دل میں کرنا ضروری ہے۔ (زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ بلکہ اپنے اعزہ و احباب کے سامنے اس کا اظہار مناسب نہیں) ورنہ زکواۃ ادا نہیں ہوگی۔ ہاں اگر وہ مال فقیر کے پاس موجود ہے تو اب بھی نیت ہو سکتی

ہے۔ البتہ خرچ کرنے کے بعد نیت کا اعتبار نہیں رہے گا۔ اسی طرح اگر زکوٰۃ کی نیت سے زکوٰۃ کا مال علیحدہ نکال کر رکھ لیا جائے تب بھی مستحق کو دیتے ہوئے نیت کا کرنا ضروری نہیں۔

(۲۳) قرض والے تنگدست آدمی کو زکوٰۃ کی نیت سے (بدیں وجہ کہ وہ تنگدستی یا نادہند ہونے کی وجہ سے قرضہ ادا نہیں کر سکے گا۔) روپیہ دینا جائز ہے۔ خواہ وہ مقروض اُسے قرض ہی سمجھتا رہے۔ ایسے ہی کسی مستحق کو خواہ وہ اپنا عزیز یا نوکر ہی کیوں نہ ہو۔ بہ نیت زکوٰۃ کچھ بطور انعام دینا جائز ہے۔ لیکن ویسے بعد میں مقروض کا قرضہ زکوٰۃ کی نیت سے معاف کرنا جائز نہیں۔ البتہ ایسی صورت میں یہ تدبیر ہے کہ جتنے روپے معاف کرنے ہیں۔ اتنے روپے زکوٰۃ کی نیت سے اُسے دیئے جائیں۔ پھر یہی روپے اس سے اپنے قرضے کے حساب میں لے لینا درست ہے۔

(۲۴) زکوٰۃ میں وکالت بھی جائز ہے۔ یعنی دوسرے کو کہا جائے کہ تم یہ روپیہ کسی کو دے دینا اور یہاں نیت بھی شرط نہیں۔ اگر کوئی عزیز اپنے عزیز کی طرف سے بغیر اس کی اجازت کے زکوٰۃ دیدے تو وہ ادا نہیں ہوگی۔ اب بعد کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں۔ ہاں اگر کسی نے دوسرے کو روپے نہیں دیئے۔ لیکن اسکی طرف سے زکوٰۃ دینے کو کہدیا اور اس نے دیدی تو وہ زکوٰۃ ادا ہوگی۔ اور اگر اُس نے دوسرے آدمی کو روپے دیئے کہ میری طرف سے زکوٰۃ دے دینا اور اُس نے وہ روپے پہلے خرچ کر ڈالے اور اس کے بعد اپنے روپے غریب کو دیئے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ لیکن اگر اس نے وہ روپے خرچ نہیں کئے اور غریب کو بھی بعینہٖ وہی روپے نہیں دیئے بلکہ اپنے پاس سے کوئی اور روپے دے دیئے۔ تب زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

(۲۵) زکوٰۃ دینے میں تملیک شرط ہے یعنی معین شخص کو دی جائے۔ وقف یا دیگر رفاہ عام کے کاموں میں لگانا جائز نہیں۔ مثلاً مسجد وغیرہ پر خرچ کرنا جائز نہیں۔

(۲۶) زکوٰۃ میں اختیار ہے۔ خواہ وہ چیز دی جائے۔ جس پر زکوٰۃ واجب ہے یا اُسکی قیمت جو اس زمانہ میں ہے اسی طرح کسی کو کپڑے کتابیں لے کر دینا بھی جائز ہے۔ غرضیکہ مستحق کو اس شئے کا مالک و قابض بنا دیا جائے۔ پس اگر کوئی شخص کچھ کھانا پکوا کر اپنے گھر میں لوگوں کو جمع کرکے کھلا دے جیسے کہ بعض لوگ کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ کی نیت کرے تو صحیح نہ ہوگا۔ ہاں اگر وہ کھانا دے دے اور انہیں اختیار دے کہ اس کو جو چاہیں کریں اور جہاں چاہیں کھائیں تو پھر درست ہے۔

نوٹ۔ بعض لوگ بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے جو نیاز کے نام سے کھانا پکاتے ہیں اور اس کو زکوٰۃ میں مجرا کرتے ہیں۔ ایسا فعل بالکل جائز نہیں۔

مستحقین زکوٰۃ

(۲۷) اس کے مستحق تمام غریب و مسکین مسلمان ہیں۔ رشتہ داروں میں بجز اپنے اصول (ماں باپ دادا، دادی۔ نانا۔ نانی۔ اور اوپر کی نسل) اور فروع (لڑکا۔ لڑکی۔ پوتا۔ پوتی اور تمام نیچے کی نسل) اور زوجین خاوند بی بی) کے باقی تمام رشتے دار لے سکتے ہیں۔ بھائی۔ بہن۔ پھوپھی۔ خالہ بھی اگر صاحب نصاب نہ ہوں بخوشی لے سکتے ہیں۔ بلکہ صلہ رحمی کی وجہ سے وہاں دُگنا ثواب ملے گا۔ ان کے بعد طلبائے دین۔ و علمائے شریعت اور اسی طرح دیندار لوگوں کو بمقابلہ دیگر فاسق و فاجر مسلمانوں کے زکوٰۃ دینا زیادہ بہتر ہے۔

(۲۸) کافر شخص ہرگز زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔ (ایسا ہی صدقہ۔ فطر۔ نذر۔ کفارہ) اسی طرح ہر ایک وہ آدمی جو گو بظاہر کلمہ گو ہو اور مسلمانی کا دعوےٰ کرتا ہو۔ لیکن اسکے عقائد حد کفر تک پہنچے ہوئے ہوں۔

(۲۹) عام قاعدہ تو یہ ہے کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہے وہ دوسروں سے زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔ لیکن اگر کوئی ایسا آدمی ہے کہ اسکے پاس نہ چاندی سونے کا نصاب ہے نہ سوداگری کا مال۔ بلکہ بڑی بڑی دیگیں فرش فروش شامیانے وغیرہ۔ جن کی حاجت روزمرہ نہیں پڑتی۔ ضرورت سے زائد ہیں۔ تو وہ بھی مالدار ہے زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔ مگر خود اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

(۳۰) مقروض خواہ ایک ہزار روپیہ نقد بھی رکھتا ہو۔ لیکن جس وقت اس کا قرضہ اس قدر یا اس سے زائد ہو تو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ ایسے ہی مسافر خواہ لاکھوں روپے پیچھے رکھتا ہو۔ حالت سفر میں خرچ کی کمی کی وجہ سے اس قدر زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ جس سے وہ گھر تک پہنچ جائے۔ اسی طرح اگر سفر حج میں کسی حاجی کا خرچ کم ہو جائے تو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ خواہ وہ گھر میں مالدار بھی ہو۔

(۳۱) بالغ لڑکا یا لڑکی خواہ ان کا باپ مالدار بھی ہو۔ دوسروں سے زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔ لیکن نابالغ لڑکا لڑکی جبکہ ان کا باپ مالدار ہو زکوٰۃ نہیں لے سکتے۔ البتہ اگر باپ مالدار (خواہ ماں مالدار بھی ہو) تب ان کو زکوٰۃ لینا درست ہے۔

(۳۲) صحیح و معتبر مسئلہ یہی ہے۔ کہ بنی ہاشم (اولاد ابوطالب یعنی حضرت علیؓ کی اولاد خواہ تمام سادات رضؓ خواہ دیگر علوی حضرات، اولاد حضرت عباس رضؓ کو زکوٰۃ و صدقہ فطر و نذر دینا درست نہیں۔ البتہ نفلی خیرات دینا بالکل ٹھیک ہے۔ ہاں اگر کسی غریب کو کچھ رقم بطور زکوٰۃ دی جائے اور کہا جائے کہ تم اپنی خوشی سے اس میں اس قدر مال فلاں سید صاحب کو دیدو تو جائز ہے کیونکہ صدقہ کا مال اگر فقیر لے کر کسی کو ہدیہ دے تو وہ صدقہ نہیں رہتا۔

(۳۳) اپنے غالب گمان میں کسی شخص کو زکوٰۃ کا مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی اور بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ مالدار تھا یا کافر یا بنی ہاشم وغیرہ جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں تو پھر دوبارہ دینا ضروری نہیں اور اگر بغیر غالب قرائن و آثار کے دیدی تو اب دوبارہ دینی ہوگی۔

متفرقات

(۳۴) زمین کی پیداوار پر بھی زکوٰۃ ہے جس زمین کو زیادہ تر بارانی و نہری پانی سے سینچا جائے تو اس میں عشر یعنی $\frac{1}{10}$ حصہ دینا ہوگا۔ اور چاہی زمین میں $\frac{1}{20}$ حصہ

(۳۵) اگر کوئی صاحب نصاب ایک سال یا کئی سال کی زکوٰۃ پیشگی دیدے (خواہ ایک غریب کو دے یا کئی ایک کو خواہ ایک دفعہ دے یا تھوڑا تھوڑا کرکے کئی مہینوں میں) تو جائز ہے۔ پھر حساب کرے تاکہ اگر مال بڑھ گیا ہو تو بڑھوتی کی زکوٰۃ دے۔

(۳۶) زکوٰۃ دُوسرے شہر میں بغیر کراہت کے اس وقت بھیجنا درست ہے۔ جبکہ کسی کے عزیز محتاج وہاں ہوں۔ یا وہاں زیادہ پرہیزگار لوگ ہوں۔ یا دینی طالب علم ہوں۔ ورنہ مکروہ ہے۔ ہاں اگر پیشگی زکوٰۃ بھیجے تو مکروہ بھی نہیں۔

(۳۷) اگر کسی شخص پر زکوٰۃ واجب ہے

تو اس کو لازم ہے کہ اگر اس نے اپنی زندگی میں ادا نہیں کی تو مرتے وقت وصیت کر جائے کہ اس کے تہائی مال سے وہ زکوٰۃ ادا کی جائے اور اگر تمام وارث تہائی سے زیادہ مال میں سے زکوٰۃ دینا چاہیں۔ تب بھی جائز ہے۔

(۳۸) دو چار آدمی اپنی علیحدہ علیحدہ زکوٰۃ کے روپیوں کو جمع کر کے کسی ایک یا بہت غریبوں کو دے دیں تو یہ جائز ہے (بشرطیکہ تملیک و قبضہ دینے یا مستحق کی تعیین کرنے میں اختلاف نہ ہو اور نہ یہ امر کثرت رائے پر موقوف رکھا جائے۔ جیسا کہ بعض کرتے ہیں۔

(۳۹) جن لوگوں نے اپنا پیشہ گداگری کر رکھا ہے۔ ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ جبتک کہ ان کی اصلی حالت کی تحقیق نہ کی جائے۔ کیونکہ ان میں سے اکثر بعدازاں صاحب نصاب ثابت ہوتے ہیں۔

(۴۰) جب حاکم وقت کوئی غیر مسلم ہو تب کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔ کہ وہ تمام لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور اپنا الگ بیت المال بنائے۔ بلکہ اب ہر ایک آدمی کا اپنے گھر کا صندوقچہ جس میں زکوٰۃ کا روپیہ علیحدہ نکال کر ڈالتا ہے۔ قائم مقام بیت المال کے ہے۔

ارشادات نبوی درباره زکوٰۃ

عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا۔ آپؐ نے فرمایا۔ انہیں اللہ تعالےٰ کی توحید اور میری رسالت کی شہادت کے لئے دعوت دو۔ جب وہ اس بات کو مان لیں۔ پھر انہیں اطلاع دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ نمازیں روزانہ فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس بات کو مان جائیں۔ پھر اُنہیں اطلاع دو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے دولتمندوں سے لی جائے گی اور اُنہیں کے محتاجوں پر بانٹ دی جائے گی۔ (بخاری شریف باب وجوب الزکوٰۃ)

(۲) ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا خزانہ (جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو) قیامت کے دن ایک گنجا سانپ ہوگا۔ خزانہ کا مالک اس سے بھاگے گا اور وہ اسے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑے گا۔ یہاں تک کہ وہ مالک اپنی انگلیاں اس کے منہ میں (چبانے کے لئے) دے گا (رواہ احمد)

(۳) ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا آپؐ نے فرمایا۔ اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یا فرمایا اُس خدا کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ یا اس قسم کی کوئی اور قسم کھائی۔ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے (دنیا میں) اونٹ گائے یا بکری کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہوگی۔ قیامت کے دن ان جانوروں کو بہت بڑا اور بہت زیادہ موٹا کر کے لایا جائے گا اور اُسے وہ اپنے پاؤں سے لتاڑینگے اور اپنے سینگوں سے ماریں گے۔ جب سب سے آخری گزرے گا۔ تو سب سے پہلا لوٹ کر آجائے گا۔ (اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔) یہاں تک کہ سب لوگوں کے اعمال کا فیصلہ کیا جائے (بخاری شریف باب زکوٰۃ البقر)

خلافت راشدہ کا فیصلہ

ابوہریرہؓ نے فرمایا۔ جب رسول اللہؐ نے وفات پائی اور ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے اور عرب میں سے جس نے کافر ہونا تھا ہو گیا۔ اس وقت عمرؓ نے فرمایا۔ آپ لوگوں سے (یعنی زکوٰۃ دینے والوں سے) کیسے لڑ سکتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ مجھے لوگوں سے جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ لا الٰہ کہیں (یعنی ان لوگوں سے لڑ سکتا ہوں جو کلمہ توحید کے قائل نہ ہوں۔ اور جس شخص نے کلمہ توحید کا اقرار کیا۔ اُس نے مجھ سے اپنے مال و جان کو محفوظ کر لیا۔ مگر قانون اسلام اپنے کسی حق کی بنا پر اسکی جان لینا چاہے (مثلاً قصاص یا شادی شدہ کے زنا کرنے سے تو وہ اور بات ہے) اور کلمہ توحید کے اقرار کرنے والے کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ ابوبکرؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم ہے۔ جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا۔ اس کے ساتھ ضرور جہاد کروں گا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم ہے اگر مجھے بھیڑ کا چھوٹا سا بچہ (جسکی عمر ایک سال تک بھی نہ پہنچی ہو) بھی زکوٰۃ میں کم کر کے دینگے۔ جیسے وہ پہلے رسول اللہؐ کے وقت ادا کیا کرتے تھے اسکے نہ دینے پر بھی اُن سے لڑوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم سوائے اس کے نہیں (یعنی یہ زور اس لئے دے رہے ہیں) کہ اللہ تعالےٰ نے ابوبکرؓ کے سینہ میں یہ بات ڈال دی ہے۔ میں بھی سمجھ گیا۔ یہی بات ٹھیک ہے۔ (بخاری باب وجوب الزکوٰۃ)

بچوں کا صفحہ

از قاضی عبد الحفیظ مبارکپوری ٹیچر کاٹونی مڈل سکول رحیم یارخاں

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی

تیری سادگی تیری تعریف ہے — تکلف نہ کر اس میں تکلیف ہے

عزیز بچو! شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات آپ نے تاریخی کتب میں پڑھے ہوں گے۔ وہ ایک زیرک عالم اور فارسی کے بہت بڑے شاعر اور انشاء پرداز تھے شیراز کے رہنے والے تھے۔ سیاحت اور تحصیل علم کی خاطر دور دراز تک سفر کیا۔ مختلف زبانیں سیکھیں۔ انہوں نے بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ جن میں گلستاں اور بوستاں بہت مشہور ہیں۔ آج کی فرصت میں ان کا ایک دلچسپ واقعہ پیش کر کے ان کی خوراک کی سادگی بیان کروں گا۔ امید ہے کہ آپ اس واقعہ کو پڑھ کر سادگی اختیار کریں گے۔

ایک دفعہ چچا سعدیؒ سفر کرتے کرتے کسی شہر میں پہنچے۔ وہاں ان کے ایک گہرے دوست تھے۔ انہوں نے اپنے دوست کے ہاں قیام کیا۔ دوست نے بڑی خاطر تواضع کی۔ چچا سعدیؒ کے لئے اچھے اچھے کھانے پکوائے۔ جب کھانا سامنے لایا گیا تو چچا دیکھ کر بولے "ہائے دعوت شیراز" یہ سن کر ان کے دوست کو تعجب ہوا سوچا شاید شیراز کی دعوت اس سے بھی بہت پُر تکلف ہوگی۔ چنانچہ اگلے دن اس سے اور زیادہ اہتمام کیا۔ بہترین کھانے پکوائے۔ قسم قسم کی چیزیں تیار کروائیں۔ جب دسترخوان چنا گیا۔ کھانا سامنے لایا گیا۔ تو چچا نے پھر وہی فقرہ دہرایا۔

"ہائے دعوتِ شیراز"

اپنے دوست کا اس قدر تکلف دیکھ کر چچا وہاں زیادہ نہ ٹھہرے۔ گو دوست اصرار کرتا رہا۔ مگر وہ جلد رخصت ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہی دوست شیراز آئے اور اپنے دوست چچا سعدیؒ کے یہاں قیام کیا۔ سوچا اب دعوتِ شیراز دیکھیں گے۔ جس کے لئے سعدی آہ بھرا کرتے تھے۔ چچا سعدی اپنے دوست سے گرمجوشی سے ملے اور آپ کی آمد پر انتہائی مسرت کا اظہار بھی کیا مگر جب کھانے کا وقت آیا تو وہی روز کی دال روٹی لا کر سامنے رکھ دی اور بولے "بسم اللہ" کھانا تناول فرمایئے اور خود بھی شوق سے کھانے لگے۔ دوست کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا۔ کہ چچا خود بول اُٹھے۔ بھئی وہاں جو میں نے دعوت شیراز کے لئے آہ بھری تھی۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ دعوت پُر تکلف نہ ہو تاکہ مہمان خواہ کتنے دن ہی ٹھہرے۔ میزبان کو بار محسوس نہ ہو۔ دوست! آپ کا اہتمام اور تکلف دیکھ کر مجھے تکلیف ہوئی۔ چنانچہ ارادے کے باوجود میں آپ کے پاس زیادہ دن نہ ٹھہر سکا۔

عزیز بچو! اس دلچسپ واقعہ سے آپ کو سادگی کا سبق دینا مقصود ہے۔ آپ نے دیکھا کہ شیخ سعدیؒ کی خوراک کس قدر سادہ تھی۔ آپ دال روٹی پر گذر اوقات کرتے تھے۔ اگر کوئی مہمان آ جاتا تو اُسے بھی وہی کھانا دیتے۔ جو خود روزانہ کھایا کرتے تھے۔ مگر آج ہم دال کھانا کسر شان سمجھتے ہیں۔ اور اگر ہمارے گھر کوئی مہمان آجائے۔ تو اس کے لئے بڑی دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ حد درجہ تواضع اور تکلف کرتے ہیں۔ بڑے اہتمام کے ساتھ کھانے پکوائے جاتے ہیں۔ قسم قسم کے کھانے دسترخوان پر چُنے جاتے ہیں۔ اپنی حیثیت سے زیادہ کھانوں پر خرچ کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مہمان کی مہمانی اور ضیافت ہمارے لئے بارِ گراں ہو جاتی ہے۔ اور وہی مہمان جس کی اتنی خاطر و مدارت اور آؤ بھگت کی جا رہی تھی۔ تیسرے دن بلائے جان بن جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ اسلام ہمیں سادگی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم خود تو غریب و کنگال ہوں اور ہمارے گھر روزانہ دال پکتی ہو۔ مگر مہمان آئے تو اس کے لئے قورمے پلاؤ اور زردے پکوائے جائیں۔ انگریزی کی ضرب المثل ہے۔ "CUT YOUR COAT ACCORDING TO YOUR CLOTH"

یعنی جتنی چادر اتنے پاؤں پھیلاؤ۔

لہذا۔ اگر کوئی دوست آپ کے ہاں مہمان ہو تو اسے بھی سادہ کھانا کھلا کر دعوتِ شیراز کا سبق دیں۔ جو کچھ گھر میں پکا ہو۔ وہ لا کر دیں گھر والوں کو تکلیف نہ دیں۔ زیادہ اہتمام نہ کریں۔ اگر خلوص کے ساتھ دال بھی پیش کی جائے گی۔ تو وہ قورمے سے زیادہ پسند کی جائے گی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

تکلف کی ضرورت کیا جہاں سچی محبت ہو
حلاوت شیرِ مادر میں نہیں ہوتی ہے شکر سے

خط و کتابت اور ترسیل زر کے وقت اپنا پورا پتہ اور خریداری نمبر ضرور لکھیں

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ محکمہ جیل مغربی پاکستان

۶۰۴۷
رجسٹرڈ ایل

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱۔ لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ ۔ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
۲۔ پشاور " " " " T.B.C. ۲۴۸۱/۲۴۳ ۔ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

خطبات

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ کی ان تقاریر کا مجموعہ ہیں جو آپ ہر جمعہ کی نماز کے عربی خطبہ سے پہلے حاضرین سے خطاب کرتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ خطیب کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر تنقیدی نگاہ ڈالے اور بندہ کا جو تعلق اپنے رب سے بگڑا ہوا ہو اسکی اصلاح کتاب و سنت کی روشنی میں کرے۔ جو خطیب ایسا نہیں کر سکتا اُسے ممبر پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ غرضیکہ جمعہ کا خطبہ ہفت روزہ خدام الدین کی ہر اشاعت میں بالالتزام چھپ کر شائع ہوتا ہے۔ چونکہ یہ خطبات عوام کی اصلاح کے لئے کتاب و سنت کی روشنی میں لکھے گئے ہیں۔ لہذا ہر مسلمان کو لازم ہے کہ وہ انہیں خود پڑھے۔ اپنے اہل و عیال کو سنائے۔ اس کے مطالعہ سے دین اسلام کی سمجھ پیدا ہوگی۔ اور ایمان و کفر توحید و شرک۔ سنت و بدعت حق و باطل میں تمیز ہوگی۔ طبیعت بدی سے پرہیز اور نیکی کی طرف راغب ہوگی۔ انشاء اللہ خطبات کا مطالعہ آپ کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

خطبات حصہ اول	ہدیہ ۱/۸	مع محصولڈاک ۲/-	خطبات حصہ پنجم	ہدیہ عہ	معہ محصولڈاک ۱/۱۲
" " دوم	" ۱/-	" ۱/۸	" " ششم	" ۱/۴	" ۱/۱۲
" " سوم	" ۱/-	" ۱/۸	" " ہفتم	" ۱/۴	" ۱/۱۲
" " چہارم	" ۱/۴	" ۱/۱۲			

نوٹ :۔ رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی بھیجیں وی پی ہرگز نہ ہوگا۔

ملنے کا پتہ :۔ ناظم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور نمبر ۸

گلدستہ صد احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مُرتبہ

حضرت مولانا حاجی احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

اس گلدستہ میں سو حدیثیں اعلےٰ درجہ کی صحیح فقط بخاری شریف و مسلم شریف کی جمع کی گئی ہیں۔ کوئی حدیث شریف اصل کتاب کی ایک سطر سے زائد نہیں ہے۔ اصلی حدیث کے نیچے اس کا ترجمہ بھی عام فہم زبان میں درج کیا گیا ہے۔ ہر حدیث کے اختتام پر چند الفاظ میں اسکی مختصر تشریح بھی کر دیگئی ہے اس کی قیمت پہلے ایڈیشن میں تو فقط ایک عہد نامہ پر دستخط تھے جس میں ان احادیث کو یاد کرنا اور ان پر عمل کرنے کا وعدہ تھا اور مجلد کے لئے ۲/ مجلد کے لیئے جاتے تھے۔ لیکن اب تیسرے ایڈیشن میں اس کی قیمت کاغذ کی گرانی کی وجہ سے ۸/ رکھ دی گئی ہے اور محصول ڈاک ۷/ کل ۱۵/ پیشگی بھیجیں۔ وی پی ہرگز نہ ہوگا۔

ناظم شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور نمبر ۸

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا۔